SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, May 15, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past four in the evening with Mr. Deputy Chairman (Mir Abdul Jabbar) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتبٌ اَنزلنہُ اِلیکَ لِتُخرِجَ النأسَ مِنَ الظُلمٰت اِلَی النُورO بِاِذنِ
رَبِھِم اِلٰی صِراطِ العزیزِ الحمیدO اللہ الَذی لہ ما فِی السَمٰواتِ
وما فِی الارضِ وَوَیلٌ لِلکٰفِرینَ مِن عَذَابٍ شَدیدO اَلَذِینَ
یَستَحِبونَ الحَیٰوۃَ الدُنیا عَلَی الاٰخرَۃِ و یَصُدونَ عَن سَبِیلِ اللہ
ویبغُونَھاَ عِوَجاً اُولٰئِکَ فی ضلٰلٍ بعیدO وما اَرسَلنَا مِن رسُولٍ
اِلا بِلِسانِ قومِہٖ لِیُبَیِنَ لَھُم فَیضِلُ اللہَ مَن یشآء وَیَھدی مَن یشَاء
وَھُوَ العَزیزُ الحَکِیمO

ترجمہ ۔ یہ ایک (پرنور) کتاب ہے۔ اس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (بھولے ہوؤوں کو) ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالیں (اور) غالب اور قابل تعریف (خدا) کے راستہ کی طرف (لے جائیں)۔ (یعنی) اللہ جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Sunday, May 15, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty minutes past four in the evening with Mr. Deputy Chairman (Mir Abdul Jabbar) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتبٌ اَنزلنهُ اِلیکَ لِتُخرجَ النأسَ مِنَ الظُلمٰت اِلَی النُورO بِاذنِ
رَبِهم اِلی صِراطِ العزیزِ الحمیدO اللہ الَذي له ما فِی السَمٰواتِ
وما فِی الارضِ وَوَیلٌ لِلکُفرِینَ مِن عَذَابٍ شَدیدO اَلَذِینَ
یَستَحِبونَ الحَیٰوۃَ الدُنیا عَلَی الاٰخرَۃِ و یَصُدونَ عَن سَبِیلِ اللہ
ویبغُونَهاَ عِوَجاً اُولٰئِکَ فی ضَلٰلٍ بعیدO وما اَرسَلنَا مِن رسُولٍ
اِلا بِلِسانِ قومِهٖ لِیُبَیِنَ لَهُم فَیضِل اللہَ مَن یشآء وَیَهدی مَن یشَاء
وَهُوَ العَزِیزُ الحَکِیمO

ترجمہ ۔ یہ ایک (پرنور) کتاب ہے۔ اس کو ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (بھولے ہوؤوں کو) ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالیں (اور) غالب اور قابل تعریف (خدا) کے راستہ کی طرف (لے جائیں)۔ (یعنی) اللہ جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور

زمین میں ہے (لیکن جو خدا کی خدائی کو دیکھ کر ، پیغام توحید پا کر بھی ایمان نہ لائے تو یہ ناشکر گزار ہیں) اور کافروں کے لیئے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں (ترجیح دیتے ہیں) اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور (دین حق میں) کجی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ(بدنصیب) بڑی گمراہی میں پڑے ہیں (راہ حق سے بہت دور ہوگئے ہیں)۔ اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہ اپنی قوم کی زبان بولتا تھا(اور اسی میں تبلیغ کرتا) تاکہ ان کو (ہمارے احکام بآسانی) سمجھا سکے پھر اللہ جس کو چاہتا ہے راہ(حق) بھلا دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے (اپنی)راہ دکھا دیتا ہے (جو کج رو ہیں ان کو ڈھیل دیتا ہے' جو حق جو ہیں ان کو راہ حق دکھاتا ہے اور یہ سب کچھ ایک زبردست نظام و حکمت کے تحت ہے) اور وہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ (اس حکمت میں دنیا اور آخرت کی سب حکمت شامل ہے)۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے leave application لے لیں ۔ جناب سید مزمل شاہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۷ تا ۱۵ مئی ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔سید قاسم شاہ صاحب حج کی غرض سے سعودی عرب جا رہے ہیں اسلئے انہوں نے ۱۴ مئی سے حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں ؟

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جناب سرتاج عزیز صاحب نے مورخہ ۱۵ تا ۱۸ مئی ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟۔

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔جناب سیف اللہ خان پراچہ نے ذاتی وجوہات کی بنا پر مورخہ ۱۴ تا ۱۷ مئی ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جناب یحییٰ بختیار نے پیشہ وارانہ مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۵ تا ۱۹ مئی ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ حاجی عبدالرحمٰن نے نا گزیر وجوہات کی بنا پر آج مورخہ ۱۵ مئی کیلئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جناب غلام قادر چانڈیو ادائیگی فرض کیلئے سعودی عرب تشریف لے گئے ہیں اسلئے انہوں نے مورخہ ۱۵ مئی تا حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(درخواست منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔جی جناب ڈاکٹر صاحب۔

POINT OF ORDER RE: COMMERCE STUDENTS PROTEST OUTSIDE THE PARLIAMENT BUILDING

ڈاکٹر محمد ریحان۔ جناب والا! ابھی پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہوتے ہوئے آپ نے خود بھی چھوٹی چھوٹی بچیوں کو باہر دیکھا ہو گا۔ جو کہ دھوپ میں اس شدید گرمی میں باہر کھڑی ہیں اور بڑی مصیبت میں اور بہت پریشان نظر آ رہی تھیں۔ جناب والا! یہ وقت ایسا ہے کہ یہ بچیاں جن کی عمریں بختاور بی بی سے شاید دو تین سال زیادہ ہوں گی لیکن نظر ایسے آ رہا تھا کہ اسی عمر کی ہیں تو جناب والا' وہ کھڑی تھیں اور اب بھی میرا خیال ہے کہ کھڑی ہوں گی ہمارا خیال تھا کہ کوئی نہ کوئی وزیر آ جائے گا اور اگر ان کی grievances سن کر' کوئی نوٹس لے کر' ان کو فارغ کر دے۔ کافی دیر تک کوئی نہیں آیا تو ہم اپنی اخلاقی اور قومی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ان کے پاس گئے اور ان کے جو play cards تھے یا انہوں نے ہمیں جو نوٹس دیئے انہیں پڑھ کر بڑا دکھ ہوا جناب والا قصہ کچھ اس طرح ہے کہ اسلام آباد میں لڑکیوں کے لئے ایک کامرس کالج ۱۹۹۲ء میں قائم کیا گیا اور وہ صرف لڑکیوں کا کالج ہے۔ جناب والا' اس کے

لئے ابھی تک کوئی مستقل بلڈنگ نہیں ہے، پرنسپل کوئی مستقل نہیں ہے جو پانچ چھ لیکچرار کام کرتے ہیں وہ سب contract کی بنیاد پر ہیں۔ وہاں پرکوئی ہاسٹل کا بندوبست نہیں ہے نتیجہ یہ ہے کہ وہ لڑکیاں بے چاری رشتہ داروں کے پاس، ادھر ادھر رہ رہی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جناب والا، ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ پاکستان میں litracy rate بہت کم ہےخصوصاً خواتین کے سلسلے میں ۔دنیا میں ہم بڑے پسماندہ ہیں اور خاص کر خواتین کے سلسلے میں تو میں کہتا ہوں کہ ہم مضحکہ خیز حالت میں ہیں ۔ اور ہم ساتھ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو گئے۔ کیا اکیسویں صدی میں ہم اس صورتحال میں داخل ہوں گے؟ جناب والا ، ان کے مطالبے بڑے جائز ہیں اور اس پر فوراً ایکشن لینا چاہئیے اور اس قسم کا کام اگر اسلام آباد میں ہو رہا ہے تو پتہ نہیں دوسرے دور دراز علاقوں کا کیا حال ہو گا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔میں وزیر داخلہ صاحب سے عرض کرونگا کہ وہ اس بارے میں ارشاد فرمائیں ۔

چوہدری شجاعت حسین۔ میں اور ڈاکٹر صاحب اکٹھے گئے تھے لیکن ایک چیز جس کا ڈاکٹر صاحب نے ذکر نہیں کیا ۔وہ یہ تھا کہ وہاں پر، کامرس کالج کے اندر، بچیوں کا ماڈل سکول بن رہا ہے اسکی بھی ذرا وجوہات بتا دیں کہ بچوں کا سکول وہاں پر بنانے کی یا بچیوں کی وہاں پر عارضی طور پر جو کلاسیں شروع کی جا رہی ہیں ، اسکی کیا وجوہات ہیں؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔جناب وزیر داخلہ صاحب۔

Maj. Gen. (Retd.)Naseerullah Khan Babar: Choudhry Sahib would be more fit person to answer this, because this happened. I do not attach any blame to anything but the fact is that all these things were done is haphazard manner. The College was sanctioned as a commercial institute, it was never planned no sanction was properly issued and that is why it has rendered in a lapse today, because they themselves say that it was set up in 1992. Choudhry Sahib was in government and responsible for the Islamabad territory so, I think he would be in a better situation to tell us as to what transpired and what has happened? As far as the problem is concerned, I came at 3'O clock so I did not see them, otherwise, I would have stopped. But the fact is now that they have

made us aware of it. We will make a full inquiry and inform the House tomorrow.

جناب ڈپٹی چیئرمین ، In fact the issue is that آپ نے کسی کو بھجوا دینا تھا

معلوم کر لیں کیا ہے ؟ So that ,you see, this thing which has come on this floor.

Thank you very much-

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar. We even accept their claim what they say but the fact is that he should be honest to ask that question.

جناب ڈپٹی چیئرمین-جناب بھنڈر صاحب-

چوہدری محمد انور بھنڈر ۔ جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنا چاہتاہوں کہ روایت یہ ہے کہ جس روز ایوان کی کارروائی غیرسرکاری ہو اس روز سب سے پہلے پریولیج موشن لیجاتی ہے ۔ میں نےایک پریولیج موشن کا نوٹس ۱۱ تاریخ کو دیا تھا اور ۱۱ کےبعد ۱۲ کو آ جاتا اگر ۱۲ کو نہیں آ سکا تو آج وہ ایجنڈے پر ہونا چاہیئے تھا کیونکہ نہایت ہی اہم مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ سینیٹ کے ممبران کے development fund کا ہے اس معاملے میں نیشنل اسمبلی کےممبران کے funds تو release ہونے لیکن اس ہاوس کے کسی ایک ممبر کے (میری اطلاع کے مطابق) funds کےمتعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا ۔ جناب یہ سارے ہاوس کا breach of previlige ہے ۔ میں یہ مسئلہ اٹھانا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔نوٹ فرما لیا گیا ہے ۔ سیکرٹری صاحب فرماتے ہیں کہ process ہو رہا ہے اور وہ اس وقت چیئر مین کی میز پر ہے ۔ فکر نہ کریں یہ سب کا مسئلہ ہے ۔

چوہدری محمد انور بھنڈر ۔ میں امید رکھوں گا کہ صبح آ جائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین- صبح یہ انشاء اللہ آ جائے گا ۔ جناب چوہدری شجاعت حسین-

چوہدری شجاعت حسین ۔جناب والا ! میں نے ۲ تاریخ کو ایک ایڈجرنمنٹ موشن دیا تھا اوروہ اہم تھا ۔ مہران بنک کے سلسلے میں ، حکومت بھی چاہتی ہے کہ اس پر بحث ہو ۔ جناب والا ! پہلے یہ مہران بنک تھا پھر مہران گیٹ بنا اب لوگوں نے اسے مہران حمام کہنا شروع کردیاہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں سب ننگے ہیں ۔ اس لئے اس پر بحث نہیں کی جاتی

تو میری یہ گزارش ہو گی کیونکہ حکومت اور اپوزیشن دونو ں بحث کرنا چاہتے ہیں اورقوم بھی سننا چاہتی ہے تو کیوں نہ اس پر کوئی دن رکھ دیا جائے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔میں نہ ان کو جواب دے دوں ۔ ایک منٹ میں ان کو جواب دوں گا ۔ جہاں تک مہران بنک کے اس سلسلے کا تعلق ہے ۔ وہ process ہو رہا ہے ۔ آپ نے شاید آج ایجنڈا دیکھا ہوگا ۔ آج آپ کا سوال ایجنڈے پر ہے اور یہ موشن ہے نمبر ۱۲ پر جناب شہزاد گل صاحب کا ۔ جی جناب بابر صاحب۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیراللہ خان بابر۔ میری رائے یہ ہے کہ میں نے پروفیسر صاحب سےبات کی تھی یہ بہتر ہو گا کہ بجائے اس کے کہ یہاں بحث ہو that we give the whole House a briefing in Committee Room No 2 where then liberal questions can be asked یہاں تو کوئی لے دے ہو جائے گی حکومت کی اور اپوزیشن کی آپس میں ۔ وہاں

we will make a central presentation. Everyone, any question that he so desired. We have not opened discussion on it. In addition, we have also set up a judicial commission composed of three judges who are now going to look into this entire case.

پروفیسر خورشید احمد ۔ میرا خیال ہے کہ ہم ابھی وقت طے کر لیں government presentation دے اور اس کے بعد ہمیں موقع ہو کہ ہم پورے پورے سوال کرسکیں اور وہ جواب دیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین۔جی جناب حافظ صاحب ۔

حافظ حسین احمد ۔ جناب چیئرمین ! مجھےاحترام ہے جوکچھ وزیر داخلہ صاحب نےفرمایا یہ ہاؤس کے استحقاق کو مجروح کرنے کی بات ہے کہ وہ کمیٹی میں مک مکا کرناچاہتے ہیں ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جوکچھ ہے وہ ایوان کے سامنے آئے کہ مہران بنک کن کن پرمہربان تھا اور دونوں طرف کے جو لوگ ہیں وہ کھل کر اظہار خیال کریں اور یہ پارلیمنٹ کو بتایا جائے کہ مہران بنک کے یونس حبیب نے کن کن کو پیسے دیئے ' نواز شریف صاحب کو دیئے ہیں ' چوہدری شجاعت صاحب کو دیئے ہیں ' شیخ رشید صاحب کو 'آصف زرداری صاحب کو دیئے ہیں' یقیناً

نکے تو ہوں گے ۔ ہم اس پر آنکھ بند کرکے بحث کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر وہ بحث کریں

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جناب مندو خیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل ۔جناب چیئرمین ! میں نے بھی 194 کے تحت ایک موشن دی تھی مہران بینک پر ۔ آج وہی موشن یہاں ہمارے دوست شیر گل بادشاہ کے نام سے تو آیا ہے میرے نام سے نہیں آیا ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ کے نام سے نہیں آیا ہے ۔ وہ process ہو رہا ہے ۔ وہ بھی انشاء اللہ آ جائے گا۔ آیا تو club ہو جائے گا آپ کا۔ اس سلسلےمیں جنرل صاحب میں چاہوں گا کہ لیڈر آف دی اپوزیشن کی رائے لی جائے۔ راجہ صاحب آپ فرمائیے۔

راجہ محمد ظفرالحق ۔جناب چیئرمین ! یہ تجویز پچھلی دفعہ ہم نے کی تھی کہ بجائے اس کے کہ کوئی اور کمیٹی بنائیں ۔ judicial inquiry ہونی چاہیئے ۔ اور مجھے خوشی ہے کہ آخر کار وزیر داخلہ صاحب نے اس کو تسلیم کیا ہے اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ judicial inquiry committeeبنا دی ہے ۔ میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں ۔ اس لئے بھی کہ یہ معاملہ ایسا ہے جس میں ممبران پارلیمنٹ کے نام آتے ہیں ۔ بسا اوقات صحیح آتے ہیں ' بسا اوقات غلط آتے ہیں ۔ تو جب تک اس کی مکمل چھان بین نہ ہو جائے ' صحیح صورت حال سامنے نہیں آئے گی ۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ بحث ہاؤس کے اندر ہونی چاہیئے۔اس کا ایک تقدس ہے ' اس کی ایک ذمہ داری ہے ۔ ہاؤس کے بعد اگر ضرورت محسوس ہوئی کسی briefing کی تو پھر اس کے بعد کر لی جائے گی ۔ لیکن judicial commission اور اس کے ساتھ ساتھ ہاؤس کے اندر بحث' یہ دونوں ضروری ہیں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔جنرل صاحب آپ sense کر لیں۔ دیکھ لیں۔ جس طرح بہتر سمجھتے ہیں۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ خان بابر۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بحث پر' یہاں۔ لیکن صرف یہ تھا کہ

the people who investigated, they have complete details, they would be able to give them a sort of thorough briefing as to what the record says.

Mr. Deputy Chairman: So, I think we will take this issue on next sitting with the consensus of the House.

Syed Iqbal Haider: Mr. Chairman I may point out that there are two motions already pending, like the motion that is being suggested by the honourable Members of the opposition about Mehran Bank. From the previous session, there are two other motions which are pending for discussion in this House and those motions were also moved with a view to inform the Members about the massive misdeeds and the scam and all the fraud committed in yellow cabs and the cooperatives and those two motions are yet to come for discussion. They are already pending. So, I would say that no commitment is being made because I am prepared for a thorough debate on Mehran Bank now or on any other private member day. But to add one motion without concluding debate on the earlier motion would be unfair because then those motions will be ignored and disregarded.

Lt. Gen. (Retd) Saeed Qadir: Mr. Chairman, Law Minister cannot be the final word, it is for the House...

پروفیسر خورشید احمد - جناب چیئرمین! میں اپنی اصل موشن پر آنے سے پہلے یہ درخواست کروں گا کہ مہران بینک کا معاملہ بھی اور دوسرے معاملات بڑے اہم ہیں اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم تین تین چار چار دن چھٹیاں کریں ۔ روزانہ کیجئے ، اگر ضرورت ہو دو sitting کیجئیے ۔ صبح شام ملیئے ۔ اور ان تمام معاملات کو رکھیئے ۔ ان کو ٹالنا صحیح نہیں ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین - بالکل صحیح ہے ۔ اگر ممبر حضرات فرماتے ہیں تو ہر روز کیجئیے ۔ بالکل کیجئیے ۔ تو پھر انشاء اللہ اس کو لائیں گے جی ۔

This is our duty. All the members who are here, everybody.....

Syed Iqbal Haider: Tomorrow morning, we have a long Cabinet meeting.

Mr. Deputy Chairman: Thank, you very much. The primary thing is that we should also go for the legislation but these issues are also very important.

وہ بھی انشاء اللہ کریں گے .Do not worry for that ۔

چوہدری شجاعت حسین۔ جناب والا! میری گزارش صرف یہ تھی کہ میری بات صرف adjournment motion کے متعلق تھی جو میں نے پیش کیا ہوا ہے۔ باقی چیزیں علیحدہ رہیں۔یہ ۱۲ تاریخ کا پیش کیا ہوا ہے میری یہ گزارش تھی کہ اسے out of turn لیا جائے ۔ حکومت بھی چاہتی ہے کہ اس پر بحث کی جائے ۔ اقبال حیدر صاحب نے کہا ہے کہ میں بحث کرنے کو تیار نہیں ییلو کیب پر پہلے کروں گا مہران بینک پر بعد میں کروں گا۔ اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اسے out of turn لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔میری بات سنیں جی۔

سید اقبال حیدر۔ کسی بھی چیز کو آج لے لیں۔ جو مرضی آئے اپوزیشن کی۔ آج ہم سب تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ تشریف رکھیں۔ پچھلی سٹنگ میں دونوں اطراف سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ آج کی سٹنگ میں کراچی کی صورت حال پر بحث ہوگی۔یہ آپ سب صاحبان کی متفقہ رائے تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی معزز رکن اسے put کر دے تو بہتر ہو گا۔

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب والا

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ گھگی صاحب بات کرنا چاہتے تھے۔

جناب منظور احمد گھگی۔ جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ کراچی والا موشن پیش ہو اس سے پہلے جو privilege motions اور adjounment motions ہیں ' ان کو لایا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ پچھلی سٹنگ میں فیصلہ ہوچکا تھا کہ کراچی کے مسئلہ پر بحث کی جائے گی ۔ اس مقصد کے لئے procedure کو suspend کیا جائے گا اور اس پر بحث کی جائے گی۔پروفیسر صاحب۔

جناب منظور احمد گچکی۔ تو میں اسے move کروں؟ I am a mover۔

Prof. Khurshid Ahmed: Sir, we beg to move that under rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the requirements of Rule 26,27 and 120 of the said rules be dispensed with to enable us to move the following motion under rule 194. The House may discuss the law and order situation in Sindh Province with a particular reference to Karachi.

اس میں میرے ساتھ سرتاج عزیز صاحب اور دیگر اراکین بھی شامل ہیں۔

جناب منظور احمد گچکی۔ اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں اور دیگر اراکین، وغیرہ وغیرہ ہیں۔

Mr. Deputy Chairman: It has been moved by Prof. Khurshid Ahmed that under rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate,1988, the requirements of Rules 26,27 and 120 of the said rules be dispensed with to enable us to move the following motion under rule 194. The House may discuss the law and order situation in Sindh Province with particular reference to Karachi.

پروفیسر خورشید صاحب۔ اس میں منظور احمد گچکی صاحب بھی ہیں۔ سرتاج عزیز صاحب بھی ہیں۔ یہ سب حضرات اس میں mover ہیں۔ اب میں اس کو put کرتا ہوں۔

(The motion was adopted)

Mr.Deputy Chairman: The motion is carried.

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ میری گزارش ہے کہ سندھ سے متعلق یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ سندھ اور پورے ملک کے عوام کی نظریں اس مسئلہ پر لگی ہوئی ہیں کہ یہ معزز ایوان اس مسئلہ کا کیا حل پیش کرے گا۔ جناب والا۔ اس معزز ایوان کے بیشتر اراکین اس مسئلہ پر بات کرنا چاہیں گے اس لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے سارے اراکین کو بات کرنے کا برابر کا موقع مل سکے، مناسب موقع ملے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو معزز اراکین پہلے بات کریں ان کو زیادہ موقع ملے اور بعد میں تقاریر کرنے والے اراکین کو کم وقت ملے۔ ان سے کہا جائے کہ

اب time limit ہو گیا ہے یا یہ کہا جائے کہ آپ کم وقت لیں تو یہ چیز مناسب نہیں ہوگی۔
میرا کہنا یہ ہے کہ سب کے لئے equal opportunity ہو۔ جو اراکین اس مسئلہ پر بات کرنا
چاہیں ان کو بھر پور موقع ملنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ تجویز مناسب ہے ڈاکٹر صاحب ۔ ہمارے ہاں دستور بھی یہی
ہے اور Rules بھی یہ کہتے ہیں کہ movers آدھا گھنٹہ بولیں گے اور باقی جو معزز اراکین بولنا
چاہیں گے وہ دس دس منٹ بولیں گے البتہ جب وزیر صاحب بولیں گے تو وہ بھی تیس منٹ
بولیں گے تو میں بالکل آپ کی بات کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ آپ نام
لکھوا دیجئے ' اسی آرڈر میں آپ تقاریر فرمائیں گے ۔

جناب ساجد میر۔پوائنٹ آف آرڈر۔

Mr. Sajid Mir: Sir, in the Order of the Day, this motion stands in my name.

Mr. Deputy Chairman: I am sorry.

Mr. Sajid Mir: Just a minute, Sir. I give up the floor, with your permission, as you have given the floor to Prof. Khurshid Ahmed. I agree but I request you that after him, I should be given the opportunity to speak on this motion because in the Order of the Day,it stands in my name.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Sajid Mir has also moved his motion.

شیخ رفیق احمد۔جناب والا کیا سب اراکین کو آدھا آدھا گھنٹہ بات کرنے کاموقع ملے
گا یا صرف movers کو ہی زیادہ ٹائم ملے گا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ تشریف رکھیں ۔ میں عرض کرتاہوں' صرف ان حضرات
کو آدھا آدھا گھنٹہ ملے گا جو movers ہیں ' باقی معزز اراکین کو دس دس منٹ ملیں گے تو
ساجد میر صاحب ۔ آپ کا بھی club ہو جائے گا۔

حافظ حسین احمد۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب اس موضوع پر ہم نے کچھ تحاریک التواء
بھی دی تھیں۔ وہ بھی اس کے ساتھ Club کر دیں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ وہ بھی آجائیں گی ۔ اگر آپ کا Adjournment Motion ہے تو اسمیں discuss ہوجائے گا ۔

جناب یوسف علی تالپور ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ I will just like to inform the House ابھی جب میں آ رہا تھا تو باہر ایک demonstration تھی۔ اس سلسلے میں سنا ہے کہ ہاؤس میں بھی اس کا نوٹس لیا گیا ہے۔ تو میں وہاں گیا۔ میری ان سے بات ہوئی۔ میں نے ان کی پوری بات سنی ہم نے کہا ہے۔ ان سے کہ آپ کے جو مسائل ہیں ان کو زیر غور لاتے ہیں۔ جو بھی جائز مسائل ہوں گے ان کو حل کریں گے ۔ میں نے اس سلسلے میں ان کو ٹائم بھی دیا ہے ۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے وہ demonstration ختم کر دیا ہو گا۔

DISCUSSION ON THE MOTION THE LAW AND ORDER SITUATION IN SINDH

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ٹھیک ہے ۔یہی بات ہے ۔ شکریہ جناب پروفیسر صاحب ۔

پروفیسر خورشید احمد ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے اس نہایت ہی اہم موضوع پر مجھے بحث کا آغازکرنے کا موقع دیا ۔ اور میں اس معاملے میں پورے ایوان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں نے باہم رضامندی سے اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر یہ طے کیا کہ آج کا پورا وقت ہم اس پر گفتگو کے لئے صرف کریں گے ۔ جناب والا! میں سب سے پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں اور اپنے سب ساتھیوں سے دردمندانہ اپیل بھی کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ ملکی سالمیت، ملکی استحکام معاشی ترقی اور اس کے بین الاقوامی وقار سے متعلق ہے اور ہم اسے محض حزبی انداز میں جماعتی انداز میں نہ لیں بلکہ ہماری کوشش ہو کہ سینٹ سے ہم اس معاملے میں بے لاگ منصفانہ تجزیہ بھی کریں ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حل کے لیے کوئی راستہ نکالیں تاکہ ملک اس دلدل سے نکل سکے ۔ اس لیے کہ یہ جتنا اس کے اندر پھنستا جا رہا ہے ۔ اتنے ہی خطرات بڑھتے چلے جا رہے ہیں ۔ جناب والا! میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں، اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جو معروضی حقائق ہیں انہیں ہم کھلے دل کے ساتھ تسلیم کریں اور پھر ان کی بنیاد پر مناسب پالیسی بنانے کی کوشش کریں ۔ وقت کی ضرورت تصادم کا بڑھنا یا خدانخواستہ اس آگ پر تیل ڈالنا نہیں بلکہ اس آگ کو بجھانا ہے اور

میری نگاہ میں یہی ہمارا ہدف ہونا چاہئے اور اس پہلو سے میں حکومت وقت اور ایم کیو ایم کی قیادت دونوں سے خصوصیت سے اپیل کرنا چاہتا ہوں ۔ بلاشبہ دونوں کو ایک دوسرے سے شکایات ہیں اور حقیقی شکایات ہیں۔ اس وقت کراچی کے لوگوں کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہوا ہے اور یہ محض کوئی حزبی رائے نہیں ہے بلکہ جو بھی بے لاگ حالات کا مطالعہ کرے گا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے گا اس لیے بجائے اس کے کہ ہم ہٹ دھرمی ناک کا خیال اور محض اپنی پچ پر توجہ دیں ' اس بات کی کوشش کریں کہ اس سطح سے بلند ہو کر معاملات کی اصلاح کی کوشش کریں ۔ اس پہلو سے جناب والا ! میں پہلی بات آپ کے سامنے یہ رکھنا چاہتاہوں کہ کراچی اس ملک کا اہم ترین شہر ہے۔ ملک کی آبادی کا تقریباً دسواں حصہ وہاں آباد ہے ۔ اس پہلو سے کراچی پورے ملک کا نمائندہ ہے کہ وہاں پر مہاجر سندھی پنجابی پشتون بلوچی تمام موجود ہیں اسی لیے کراچی کو ہمیشہ منی پاکستان کہا گیا ہے۔ کراچی معاشی اعتبار سے آج بھی ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے ۔ جو ٹیکس ادا کیے جا رہے ہیں ۔ ان کا پچاس فیصدی سے زیادہ صرف کراچی کے علاقے سے آرہا ہے ۔ پورٹ ہونے کی حیثیت سے پورے ملک کی معیشت کا انحصار کراچی پر ہے ۔ ہم بین الاقوامی سرمایہ کاری کی باتیں کر رہے ہیں ۔ لیکن جب تک کراچی میں اور پورے ملک میں صحیح معنی میں امن و امان قائم نہیں ہوتا سرمایہ کاری کا خواب پورا نہیں ہو سکتا ۔ معاشی ترقی ایک سراب رہے گی ۔ اس لئے جناب والا ! یہ انسانی اعتبار سے' اسلامی اعتبار سے' ملکی سالمیت کے اعتبار سے' معاشی اعتبار سے' اور پاکستان کے بین الاقوامی وقار کے اعتبار سے بڑا ہی گھمبیر بڑا ہی اہم مسئلہ ہے اور اس کو جتناوقت ہم دیں وہ کم ہو گا ۔

دوسری بات میں جناب والا ! یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کراچی میں پچھلے دو سال سے خصوصیت سے یہ کلین اپ یا so called clean up operation جاری ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مئی ۹۲ . میں عمل شروع ہوا تھا اور اس وقت مسلم لیگ کی حکومت تھی ۔ اس کے بعد عبوری حکومتیں آئیں پھر اب پیپلز پارٹی کی حکومت ہے ۔ لیکن یہ آپریشن یا so called operation آج بھی جاری ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کہیں بھی کوئی کلین اپ نظر نہیں آتا ۔ لیکن اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ آہستہ آہستہ اس طرف بڑھ رہا ہے جس میں خدانخواستہ ملک کی فوج 'ملک کے سیاسی عناصر 'سیاسی جماعتوں سے 'سیاسی گروہوں سے ' اس طرف confrontration کے اندر مبتلا ہوتی نظر آرہی ہیں کہ جو ملک کی سیاست کے لئے برا ہے ' اور ملک کی فوج کے لئے بھی صحیح نہیں ۔ اس لئے کہ فوج ایک قومی ادارہ ہے ۔ فوج پر ملک کی سلامتی اور ڈیفنس کا انحصار ہے ۔ فوج علامت

ہے ملک میں اتحاد کی ' ملک کی طاقت کی ۔ اگر اسے فریق بنا دیا جائے گا ۔ اگر ایک گروہ کے ساتھ' چاہے حقیقت نہ ہو ' یہ نظر آئے کہ وہ نبرد آزما ہے اور یہ تصادم اس طرح ---- بن جائے تو یہ ملک کے لئے بڑا ہی نقصان دہ ہے ۔ اس لئے جناب والا امیں سب سے پہلی بات یہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ اس کو فوج بمقابل ایم کیو ایم ' فوج بمقابل اردو سپیکنگ 'فوج بمقابل کراچی ' فوج بمقابل اربن سندھوالی یہ صورتحال نہیں بننی چاہئے ۔ اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم سیاسی initiative لیں 'ہم وہ راستہ نکالیں جس سے فوج جو اس کا حقیقی کام ہے وہ انجام دے ۔ اور جو کام فوج کا نہیں ' جو کام سیاسی عمل سے ہی حاصل ہو سکتا ہے ۔ جو کام سماجی اور معاشی پالیسیوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جو کام مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ جس کام کے لئے انتظامی مشینری درکار ہے ۔ وہ وہی کام انجام دیں۔ فوج کو وہ کام نہ دیا جائے ۔ اور آپ نے اس بات کو دیکھا ہو گا ۔ کہ دبے الفاظ میں اور مختلف فوجی sources سے بھی یہ بات برابر آرہی ہے کہ فوج سے سیاسی کام نہ لیں ' فوج کو ایسے الجھاؤ میں نہ ڈالیں کہ ملک کی سلامتی کا جو اس کا رول ہے اس کو متاثر کرنے والا ہو' تو اس لئے جناب والا ! یہ اصول ہمیں اپنانا چاہئے کہ سیاسی مسائل کا حل سیاسی ذرائع سے نکلنا ہے ۔ نہ وہ قوت سے نکل سکتا ہےاور نہ محض فوج کو لمبے عرصے تک اس قسم کے معاملات کے اندر الجھا کر کے' involve کر کے نکل سکتا ہے ۔

میں یہ بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ ملک کے کسی بھی حصے میں خواہ وہ کراچی ہو یا کوئی اور حصہ ' ایک ایسی بدامنی پیدا ہو جاتی ہے ' لاء اینڈ آرڈر کی ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے ' جسے انتظامی مشینری قابو نہیں کر سکتی ' تو فوج سے مدد لی جا سکتی ہے ۔ یہ نہ کوئی غیر سیاسی چیز ہے اور نہ غیر دستوری چیز ہے جو چیز میری نگاہ میں غیر سیاسی اور غیردستوری ہے ۔ وہ یہ ہے کہ ہم فوج کو لمبے عرصے کے لئے involve کر رہے ہیں ان چیزوں کے اندر 'ایک مختصر آپریشن میں جس کا مخصوص حالات میں جواز ہو سکتا ہے' ٹھیک ہے ۔ لیکن اگر آپ اسی کو ایک طریقہ بنالیں سیاسی معاملات کو حل کرنے کا ' تو یہ دراصل اس کا غلط استعمال ہے ۔ تو اس بنا پر پہلی معروضی حقیقت جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مسئلے کا حل صرف سیاسی ہو سکتا ہے فوجی نہیں ۔ فوج کا اگر کوئی کردار ہے تو وہ متعین 'محدود ' اور واضح ہونا چاہئے ۔ اس سے آگے اس کا بڑھنا یا اس سے آگے اس کا

involvement یا وقت کے اعتبار سے اس کا لامتناہی طور پر کھچ جانا یہ ملک کے لئے بڑا خطرناک ہے ۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم مسئلے کا سیاسی حل نکالیں 'اور فوجی حل کو impose کرنے کے راستے کو روکیں۔ یہ میری نگاہ میں پہلی معروضی حقیقت ہے۔

جناب والا! دوسری معروضی حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک سندھ کا تعلق ہے ۔ بلاشبہ سندھ میں پیپلز پارٹی کو اکثریت حاصل ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے' اور ہمیں اس سے انکار نہیں کرنا چاہئیے ۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پیپلز پارٹی کا یہ بیس بڑی حد تک محدود ہے رورل سندھ میں' اربن سندھ میں اس کی حیثیت نہیں ہے۔ اور اربن سندھ میں عوام نے مینڈیٹ ایم کیو ایم کو دیا ہے ۔ ہمارا ایم کیو ایم سے اختلاف تھا ۔ ہے شاید رہے ۔ لیکن حقائق کو تسلیم کرنا چاہئیے اور وہ یہ ہے کہ اربن سندھ میں نمائندگی کی پوزیشن ایم کیو ایم کو حاصل ہے ۔ اور ایم کیو ایم کو نظرانداز کرکے یا ایم کیو ایم کو ایک مستقل لڑائی میں الجھا کر سندھ کے معاملات حل نہیں کئے جاسکتے۔ جمہوریت کا یہاں تقاضا یہ ہے کہ اکثریت کی پارٹی کو حق ہے کہ وہ حکومت چلائے۔ وہیں جمہوری تقاضا یہ بھی ہے کہ جو معروضی حقائق ہوں سیاسی اکثریتی پارٹی انہیں نظرانداز نہ کرے ۔ انہیں تسلیم کرکے 'ان کو سمو کرکے راستہ نکالے۔ ماضی میں بھی آپ کا تعاون ہو چکا ہے ۔ اختلاف بھی ہوا ہے' تعاون بھی ہوا ہے ۔ آئندہ بھی ہوسکتا ہے اور سیاست میں کوئی مستقل دشمنیاں اور دوستیاں نہیں ہوا کرتیں۔ اس لئے اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئیے کہ سندھ کے امن کے لئے' سندھ میں سیاسی استحکام کے لئے' سندھ کے معاملات کے سیاسی حل کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ حکومت اور ایم کیو ایم کے درمیان پیپلز پارٹی اور ایم کیوایم کے درمیان تعاون کی فضاء ہو' کم ازکم working relationship ہو ۔ understanding ہو ۔ ورنہ ہم دیکھ چکے پچھلے سات مہینے تصادم کے مہینے تھے ۔ صاف نظر آتا ہے اور مجھے اجازت دیں تو یہاں اختصار کے ساتھ چند باتوں کی طرف میں آپ کو متوجہ کروں۔ مثال کے طور پر سندھ میں کراچی کے عوام سے مشورہ کئے بغیر ۔ کراچی کی میونسپل کارپوریشن سےمشورہ کئے بغیر۔ کراچی سے منتخب ہونےوالے قومی اسمبلی اورصوبائی اسمبلی کے نمائندوں کواعتماد میں لئے بغیر' وہاں ایک ایشو بنایا گیا۔ اس District کو ایک خاص لسانی رنگ دیا گیا۔ اور حد یہ کہ محترمہ نصرت بھٹو صاحبہ نے اور یہ بات آن ریکارڈ ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ اس علاقے میں کچھ مہاجر پائے جاتے ہیں ۔ تو وہ نقل مکانی کرلیں ۔ تاکہ یہ خالص غیر مہاجر ضلع بن جائے۔ یہ رویہ بڑا ہی خطرناک اور بڑا ہی نقصان دہ ہے ۔

اسی طریقے سے جناب والا جو بجٹ اور ترقیاتی پروگرام وہاں بنائے گئے ان ترقیاتی

پروگرام کے اندر چھ میٹنگز ہوئی ہیں ۔ اور جو روئیداد اخبارات کے اندر آئی ہے اس سےمعلوم ہوتا ہے کہ نہایت discriminatory انداز میں چند علاقوں کی ترقی کو ملحوظ رکھا گیا اور باقی علاقوں کو نظرانداز کیا گیا۔ حتیٰ کہ کچھ علاقوں سے جو پروگرام پہلے سے طے شدہ تھے مثلاً تین کالج اور دس اسکول ۔ تو ان کو نئی پلاننگ کے اندر وہاں سےمنتقل کر دیا گیا۔ جناب والا ! اس نوعیت کی بہت سی چیزیں جو ہوئیں' میرے پاس وقت نہیں ہے کہ میں تفصیل میں جاؤں ورنہ تمام اخبارات کی cutting میرے پاس موجود ہیں۔ میں صرف الزام تراشی کے لئے نہیں بلکہ حقائق کو سامنے رکھنے کے لئے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ فضاء کو سنبھالنے اور بنانے کی کوشش کی جائے ۔اور give and take کے ذریعے سے کوئی راستہ نکالا جائے ایسے اختیارات کا استعمال کیا گیا اور ایسے کام کئے گئے جس نے اس آگ کو بھڑکایا ہے اور آگے بڑھایا ہے۔ اسی طریقے سے سندھ بلدیہ کا واقعہ' خدا کا شکر ہے کہ وہ بات آگے نہیں بڑھی۔ ورنہ اس کے اندر اس بات کا potential تھا کہ وہ ایک بار پھر پورے شہر کو ایک آگ میں جھونک دے۔ جو پچھلے دن تصادم کے رہے ان چھ دن کے بارے میں جو رپورٹ آئی ہیں۔اور میں خاص طور سے آپ کو متوجہ کروں گا کہ 'The News' کے نمائندے کامران خان کی مفصل رپورٹ جو پچھلے جمعہ کے اخبار میں شائع ہوئی ہے "The emergency" کے عنوان سے جس میں اس نے دکھایا ہے کہ کس طرح تقریباً چھ سو آپریشن ہوئے ہیں ۔ تقریبً 75 فائرنگ کے واقعات ہوئے ہیں۔ تیس افراد مارے گئے ہیں ۔ درجنوں افراد زخمی ہوئے ہیں ۔ کروڑوں روپے کی ملکیت ضائع ہوئی ہے ۔ اور تقریبا ایک ارب روزانہ کی پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے قومی پیداوار میں نقصان ہوا ہے ۔ یہ صرف چھ دن کی داستان ہے جناب والا۔ تو میں نے دونوں پہلو آپ کے سامنے رکھے اور اس سےمعلوم ہوتا ہے کہ سیاسی عمل کو متحرک کرنے کے بجائے جو راستہ اختیار کیا گیا ہے وہ دوسرا راستہ ہے' وہ قوت کے استعمال کا راستہ ہے وہ supress کرنے کا راستہ ہے ۔ اس سے bitterness بھی پیدا ہوگی اور اس سے مسائل کبھی حل نہیں ہو سکتے ۔

جناب والا ! میں واپس اپنے اس نکتے کی طرف آتا ہوں کہ دوسری معروضی حقیقت یہ ہے کہ صوبے کی سیاست میں پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم دونوں کو ایک نمائندہ حیثیت حاصل ہے اور ان دونوں کے درمیان dialogue' ان دونوں کے درمیان working relationship کا قیام اور ان دونوں کے درمیان تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرنی ضروری ہے ۔ بلاشبہ وہاں پرمسلم لیگ کا بھی ایک vote bank ہے اور کم از کم ان انتخابات میں مسلم لیگ نے اپنے "vote bank کو improve کیا ہے ۔ شہروں اور صوبوں دونوں میں improve کیا ہے ۔ traditionally وہاں پر

جماعت اسلامی اور جے یو پی کے افراد ہیں اور ان سب کا یہ فرض ہے کہ وہ اس معاملے میں غیرگروہی انداز میں ایک کردار ادا کریں تاکہ dialogue open ہو سکے اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ کراچی میں پچھلے ہفتے میں تین کوششیں ہوئیں ، ایک کوشش حکومت کی طرف سے ہوئی لیکن بدقسمتی سے وہ take off نہ کر سکی ۔ اس کے بعد جے یو پی اور جماعت اسلامی کی طرف سے دو کوششیں ہوئی ہیں اور ان دونوں میں جو All Parties Conference ہوئی ہے اس میں ایک بڑا مثبت رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ تو اس بنا پر جناب والا! دوسری معروضی حقیقت میری نگاہ میں یہ ہے کہ وہاں پر dialogue کی ضرورت ہے اور جو دونوں بڑی قوتیں ہیں یعنی پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم ان کے درمیان تصادم کے مقابلے میں تعاون اور dialogue کا راستہ کھلنا چاہیئے اور کوئی نہ کوئی working relationship کی شکل پیدا کرنا ضروری ہے ۔

جناب والا! اس کے بعد تیسری معروضی حقیقت جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس وقت صرف سندھ میں law and order کی situation محض سیاسی بنا پر ہی نہیں ، وہاں پر criminal عناصر بھی ہیں ، وہاں پر وہ لوگ بھی ہیں جو شاید بیرونی قوتوں کا آلہ کار بن رہے ہیں ، ہو سکتا ہے کہ کچھ criminal سیاسی پارٹیوں میں بھی گھس گئے ہوں انہیں پناہ مل رہی ہو ، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب یہ اپریشن ہوا ہے تو اس میں ہمارے سامنے اس بات کو پیش کیا گیا تھا اور میں اس بات کے اظہار میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا کہ میں اس زمانے میں ڈیفنس کمیٹی کا ممبر تھا اور Defence Committee میں فوج کی اعلیٰ قیادت نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ہاں ہم نے ایک فہرست اس وقت کی حکومت کو دی تھی جس میں تمام پارٹیوں کے لوگ تھے کہ جب تک ان لوگوں پر ہاتھ نہ ڈالا جائے اصل مجرموں کو قابو میں نہیں کیا جا سکتا لیکن ہمیں ان کو قابو میں کرنے کا موقع نہیں دیا گیا اور جناب والا ! آج تک وہ لوگ دندناتے پھر رہے ہیں ، ان میں سے کچھ کو پیپلز پارٹی کی سرپرستی حاصل ہے ، کچھ کو مسلم لیگ کی سرپرستی حاصل ہے ، کچھ کو ایم کیو ایم کی سرپرستی حاصل ہے اور کچھ کو دوسرے عناصر کی سرپرستی حاصل ہے ۔ جناب والا! اس معاملے کو معروضی انداز میں ، بلالحاظ ploiticalaffiliation کے جو criminals ہیں ، جنہوں نے لوگوں کو لوٹا ہے ، hostage بنایا ہے ، abductions ہوئی ہیں ، dacoities ہوئی ہیں ، بینکوں کو لوٹا ہے۔ ان پر ہاتھ ڈالا جائے اور اب تو بات بینکوں کی نہیں ہے عام افراد کو ، کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ کراچی میں ۱۰، ۱۵، ۲۰ کاروں کو قابو میں نہ کیا جاتا ہو ، متوسط لوگوں کے گھروں کو لوٹا جاتا ہے ، راہگیروں کو لوٹا جاتا ہے ، بسوں کو لوٹا جاتا ہے ، ریلوں کو لوٹا جاتا ہے ، تو جناب والا! یہ ایک حقیقت ہے کہ

criminal عناصر ہیں ' ان کے پاس وسائل ہیں ' ان کے پاس اسلحہ ہے ' اور انہیں سیاسی سرپرستی حاصل ہے تو جب تک کہ خالص انصاف کا تقاضہ پورا کرنے کے لئے ' خالصتاً ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے ' criminals کا تعلق جس طبقے سے بھی ہو ' ان پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا ' ان کو قابو نہیں کیا جاتا اور ان کو قرارواقعی سزا نہیں دی جاتی اس وقت آپ معاملات کو حل نہیں کر سکتے ۔ اس لئے اکی معروضی حقیقت میری نگاہ میں یہ ہے کہ criminals کو اور criminal activity کو عام سیاسی activity اور سیاسی اختلاف سے الگ کرکے سوچا جائے اور جس طبقے اور جس گروہ اور جس پارٹی سے بھی متعلق لوگ ہوں ' criminals کو identify کیجیئے ' اسلحہ کو قابو میں کیجیئے اور ان کو قرارواقعی سزا دیجیئے اور یہ کام کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ judicial نظام کے تحت یہ چیز کی جائے ۔ جناب والا! بدقسمتی سے ہمارے ہاں یہ بھی ایک ریت پڑ گئی ہے کہ جس سے سیاسی اختلاف ہو اس کے خلاف بچاسیوں مقدمات وضع کرلئے جاتے ہیں۔

(اس مرحلے پر اذان شروع ہوگئی)

Mr.Deputy Chairman: The House is adjourned for 15 minutes.

(Then the House adjourned for Asar prayers).

[The House re-assembled after interval with Mr. Deputy Chairman(Mir Abdul Jabbar) in the Chair]

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ اب پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد ---- بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ جناب چیئرمین میں عرض کر رہا تھا کہ ملک میں بحیثیت مجموعی امن و امان کی صورتحال خراب ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مجرم کو تحفظ حاصل ہے اور جرم اور مجرم دونوں کو ختم کرنے کے لئے ' eradicate کرنے کے لئے 'انصاف کے ساتھ' کسی discrimination کے بغیر -----

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ جی حافظ صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

حافظ حسین احمد ۔ جناب کوئی وزیر صاحب تشریف نہیں لائے ہیں ۔ نہ کوئی سیشن ہو رہا ہے ' نہ کوئی ضمنی انتخاب ہو رہا ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ کوئی وزیر صاحب تشریف لائیں جی ۔ آ گئے جناب ۔ آ گئے ۔ آ رہے ہیں ' آ رہے ہیں ۔

پروفیسر خورشید احمد ۔ جناب چیئرمین! میں عرض کر رہا تھا کہ مجرم کو تحفظ حاصل ہے اور جرم کے احتساب کے لئے، انصاف کے ترازو کو پورا کرنے کے لئے، کسی discrimination کے بغیر انصاف کیا جائے اس لئے کہ justice of discrimination selective ہو جاتی ہے ۔ پھر وہ انصاف باقی نہیں رہتا ۔ اور اس کی بد ترین صورتحال ہمیں کراچی میں پھر نظر آ رہی ہے ۔ تو میں جناب والا! یہ حقیقت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہم قومی حیثیت سے اس بات کا تہیہ نہیں کریں گے ۔ کہ مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے ۔ اس کا ایک پہلو تو یہ بھی ہے کہ محض سیاسی انتقام کے لئے لوگوں پر فرد جرم عائد کی جاتی ہے یہ انگریز کے زمانے سے ایک ریت چلی آ رہی ہے لیکن بدقسمتی سے اب تو یہ اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے ۔ میں یہ بات صاف کہنا چاہتا ہوں کہ خواہ کوئی شخص بھی ہو، سیاسی جماعت سے متعلق ہو، اس کا لیڈر ہو، حکومت میں ہو، وزیر ہو، گورنر ہو، وزیر اعظم ہو یا ایک عام شہری، اگر اس نے فی الحقیقت کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اور یہ جرم صحیح عدالتی process سے ثابت ہو جائے تو اس کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے ۔ لیکن دوسری بات کہ سیاسی وجوہ سے آپ لوگوں پر جھوٹے الزام لگائیں، ان کو مقدمات میں الجھائیں اور اس کا سہارا لیں ۔ یہ بھی ایک بڑا جرم ہے ۔ جناب والا! میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ ہمارے محترم ساتھی سینیٹر اشتیاق اظہر صاحب، جو ایک بزرگ، صاحب ذوق ادیب، سیاسی کارکن، تحریک پاکستان کے خادموں میں سے ہیں، ان پر الزام لگایا جا رہا ہے کہ انہوں نے ملیر میں بس جلائی ہے ۔ کوئی حد ہوتی ہے ۔ جناب والا! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں لوگوں نے کسی بھی جرم کا ارتکاب کیا ہے ان کی گرفت ہونی چاہیئے وہیں یہ بات بھی ہے کہ آپ سیاسی مقاصد کے لئے، محض انتقام کے لئے لوگوں کو جرم میں ملوث کریں اور ان پر الزام تراشی کریں ۔ اور اس طرح اس کے بعد کہیں کہ یہ ہمارے پاس مجرم ہیں اور لوگوں کے اوپر مقدمات بنے ۔ یہ ایک مضحکہ خیز چیز ہے یہ ایک سیاسی چال ہے ۔ یہ بھی ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے ۔ اس کے بعد جناب والا! ایک اور مضحکہ خیز حقیقت جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کراچی اور سندھ کے حقیقی مسائل ہیں ۔ تقسیم کے بعد جو انتقال آبادی کا عمل واقع ہوا ہے اس میں سب سے زیادہ بوجھ سندھ پر پڑا ہے ۔ سندھ کی مقامی آبادی کے کچھ مسائل تھے، جو پچھلے سوا سال سے بھگت رہے ہیں۔ اور اس بارے میں اسی ایوان کی کمیٹی برائے Sindh Affairs جو سومرو صاحب کی صدارت میں قائم ہوئی تھی۔ مجھے اس

میں رکن ہونے کا شرف حاصل ہے اور میں اس کی ذیلی کمیٹی کا چیئرمین تھا' اس کی رپورٹ آپ ملاحظہ کیجئے۔ اس میں ہم نے ان تمام حقائق کا معروضی تجزیہ کیا ہے' بتلایا ہے کہ وہاں مسائل کیسے پیدا ہوئے اور وہاں کی حکومتوں نے کس طرح ان مسائل کو نظرانداز کیا ہے جس کی وجہ سے روزبروز حالات خراب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ ان مسائل کی طرف توجہ دی جائے گی اور چھ مہینے کے اندر اندر ایک Socio-Economic Package لایا جائے گا۔ خود فوج کی قیادت نے یہ بات کہی تھی کہ ہم امن و امان قائم کرنے کے لیے ایک قدم تو اٹھا سکتے ہیں لیکن جو سیاسی' معاشی' تعلیمی اور سماجی مسائل ہیں اسے ہم حل نہیں کر سکتے۔ یہ اس کے لیے آپ کو ایک package لانا ہو گا۔ لیکن جناب آج تک اس package کا انتظار ہو رہا ہے۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ جیساکہ میں نے عرض کیا ۵۰ فیصدی سے زیادہ taxes کراچی دے رہا ہے۔ لیکن آج ۲۴ سال ہو گئے ہیں کراچی پر پابندی ہے کہ وہاں پر نئی industry نہیں لگ سکتی۔ اس ۲۵ سال میں کراچی کی آبادی میں ۳۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ تقریبا 6 percent per year وہاں آبادی بڑھ رہی ہے ،اور صرف وہیں کی آبادی نہیں بڑھ رہی ہے بلکہ پورے ملک کے لوگ آ رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس کو روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا موقع بھی نہیں دے رہے تو پھر وہ شہر کیسے آگے بڑھے گا۔ تو وہاں پر یہ پابندی لگی ہوئی ہے۔ سارے incentives جو دئیے گئے ہیں وہ incentives کراچی کے باہر دئیے گئے ہیں' نئے areas کو دئیے گئے ہیں اور وہاں بھی جو کچھ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جو سرمایہ پہلے کراچی میں لگا ہوا تھا وہاں فیکٹریاں بند ہو گئی ہیں' سرمایہ منتقل ہو گیا ہے۔ تو جناب والا' یہ ناانصافی ہے جو آپ اس علاقے کے ساتھ کر رہے ہیں۔ کچی آبادی کا مسئلہ دیکھئے' sewerage کا مسئلہ دیکھئے' roads کی development دیکھئے' ٹرانسپورٹ کے نظام کو دیکھئے' تعلیم کو دیکھئے' عالم یہ ہے کہ چار' چار' پانچ' پانچ سیٹیں کالج میں اور یونیورسٹی میں ہوتی ہیں اور اس کے apply کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اگر آپ نوجوانوں کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کریں گے' معیشت پر غور نہیں کریں گے اورتعلیم کے لیے ان کو مواقع نہیں ملیں گے تو وہ کہاں جائیں گے۔ آپ تو خود ان کو دھکیل کر تخریب کاری کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور کسی کو فکر نہیں ہے۔ کراچی کارپوریشن نے مطالبہ کیا کہ سارے ملک میں road tax جو ہے وہ کارپوریشن لیتی ہے' کراچی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ اور جب اس نے یہ مطالبہ کیا تو کارپوریشن توڑ دی گئی' اختیارات اسی طرح حکومت کے پاس رہے۔ نہ مرکز اور صوبوں میں وسائل کی تقسیم ہے' نہ صوبے اور local bodies کے اندر وسائل کی صحیح تقسیم ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر مسائل روزبروز

پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ پانچ معروضی حقیقتیں ہیں جناب والا چھٹی اور آخری معروضی حقیقت ، جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے دکھ کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ کراچی کی صورتحال کو بین الاقوامی طور پر exploite کیا جا رہا ہے۔ اور میرے پاس ایک نہیں کم از کم ایک درجن تراشے موجود ہیں جس میں Foreign Mission ، بیرونی ایجنٹس۔ حکومت صرف را کی باتیں کر رہی ہے، مسئلہ صرف را کا نہیں ہے، پتہ نہیں اس کے اندرکون کون interested ہے؛ لیکن میں آپ کو صرف ایک اقتباس ضرور سنانا چاہتا ہوں جو ہندوستان کے نہایت ہی respectable journal "Strategic Analysis" جو وہاں کے Institute of Strategic Studies کا سرکاری journal ہے ، اس کے فروری ۱۹۹۴ء کے issue میں وہاں کا ایک مشہور policy journalist ائیرکموڈور جگجیت سنگھ جس کے مضمون کا عنوان ہے Afordable Credible Defence of India اس میں وہ یہ کہتا ہے۔

"If Pakistan with its fragile political institutions and culture is unable to manage its internal contradictions and domestic ethno-sectarian division aggravated as they are by the Afghan Embroglio, colossal sread of small arms and the rehabilitating effect of drug trafficking in its internal turmoil, may present India with unprecedented challenges and difficult policy choices."

اس سے زیادہ صاف الفاظ میں ایک top analyist اور کیا کہے گا اور جہاں بیرونی ہاتھ کو روکنے اور کاٹنے کی ضرورت ہے۔ وہاں ان اندرونی حالات کو سنبھالنے کی ضرورت ہے جو موقع فراہم کر رہے ہیں ہمارے دشمنوں کو، ہمیں destabilize کر رہے ہیں۔ ہمارے وسائل کو زیادہ بگاڑنے اور ملک کو تصادم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تو جناب والا! یہ ہیں وہ معروضی حقائق۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ میں اس سلسلے میں بھی کچھ مثبت تجاویز آپکے سامنے اور اپ کے توسط سے حکومت اور خصوصاً مرکزی حکومت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں:

پہلی بات یہ ہے کہ فضا کو defuse کرنے کی ضرورت تھی۔ confidence building جو تصادم کو دور کئے بغیر آپ راستہ نہیں نکال سکتے۔ تو اسلئے میری تجویز یہ ہے کہ گو قائد ایوان نے ایوان میں بڑے کھلے دل سے یہ بات کہی کہ ہم ایم کیو ایم سے مذاکرات چاہتے ہیں، ہم مسئلہ کاکوئی سیاسی حل نکالنا چاہتے ہیں لیکن میرا impression یہ ہے کہ ابھی تک نہ ایم کیو ایم اور نہ حزب اختلاف کی باقی جماعتیں یہ اعتماد محسوس کر رہی ہیں کہ مرکزی حکومت نے فی الحقیقت یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم نے مسئلہ کا سیاسی حل نکالنا ہے۔ بلا شبہ کراچی کی دو APCs میں

پیپلز پارٹی نے بھی شرکت کی ہے اور یہ خوش آئند بات ہے لیکن اس کے باوجود ابھی وہ احساس، وہ اعتماد نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے جس سیاسی رابطے کی ضرورت ہے وہ وزیر اعظم صاحبہ کی ذمہ داری ہے اور صدر صاحب کی ذمہ داری ہے اور انہیں اس معاملے میں آگے بڑھنا چاہئیے ۔ اور اس کے لئے زیادہ معقول راستہ میری نگاہ میں یہ ہو گا کہ حکومت کی پارٹیوں کے ساتھ ساتھ حزب اختلاف کی جو اہم پارٹیاں ہیں ان کو بھی شریک کیا جائے اور مل کر کے ایسا قومی فورم بنایا جائے جس میں ایم کیو ایم کیلئے بھی کھل کر بات کرنے کا موقع ہو، انہیں اعتماد ہو، وہ یہ محسوس نہ کریں کہ یہ کوئی چال ہے۔ بلکہ ایسا فورم بنایا جائے جس میں فی الحقیقت بیٹھ کر بات چیت ممکن ہو سکے ۔ دوسری بات جناب والا! جو جھوٹے مقدمات دائر کئے گئے ہیں، جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے ان کو عزت کے ساتھ بری کیا جائے۔ میں حقیقی مجرموں کے بارے میں کوئی بات نہیں کہہ رہا ۔ اور اس کے لئے بھی ایک واضح راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک Judicial Tribunal قائم کیا جائے۔ وہ Cases کی سمری کو examine کرے جس سے اندازہ ہو جائے کہ کونسی چیزیں سیاسی ہیں اور reall violence فی الحقیقت کہاں involved ہے جہاں real violence involved ہیں اسے الگ deal کیجئے لیکن باقی معاملات اور ایسے معاملات کو الگ treat کیجئے ۔ اور اس طرح گویا ہمارے جن بھائیوں نے خود گرفتاریاں پیش کیں ہیں ان سے آپ یہ expect کریں کہ وہ bail کروا لیں گے یہ سیاسی اعتبار سے ایک نا پختگی کی بات ہے اور ہمیں ان کو اس صورت میں نہیں ڈالنا چاہئیے بلکہ سیاسی دشمنیوں میں ہونا یہی چاہئیے کہ ان کو باعزت طور پر رہا کر کے initiative کے میدان میں استحقاق کی بنیاد پر لایا جائے ۔اسکا یہ راستہ ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جو افراد مارے گئے ہیں، جو زخمی ہوئے ہیں اور جن املاک کا ضیاع ہوا ہے، فوری طور پر اس کا compensation ہو اور چوتھی چیز جو ضروری ہے کہ کم از کم الفاظ کی جنگ کا ceasefire ہو۔ بجائے اس کے کہ publically اور اخبارات کے ذریعے تے ایک دوسرے کو مطعون کیا جائے۔ Ceasefire کیجئے اور پھر مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر کے معاملات کی اصلاح کی کوشش کیجئے ۔ یہ تو ہیں فضا کو ساز گار بنانے کے لئے میری نگاہ میں ضروری اقدامات۔ اس وقت جناب والا! دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ administrative reforms جو ضروری ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ ایک دن میں ہو جائیں گے ان کے لئے شعور بھی ضروری ہے اور منصوبہ بندی بھی ۔ اور میں بات بہت کھل کر کہہ رہا ہوں کیونکہ اس وقت سندھ اور کراچی کی فضا یہ ہے کہ آبادی کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ پر اور پولیس کے اوپر اعتبار نہیں ہے کہ

پولیس impartial ہے بیورو کریسی کے بارے میں اعتبار نہیں ہے کہ impartial ہے، لوگوں کو judiciary پر اعتبار نہیں ہے کہ وہ impartial ہے اور ایسے crime موجود ہیں جو اس بات کو تقویت دیتے ہیں کہ عصبیت ان تمام مقامات پر پہنچ گئی ہے۔ سیاست کے لئے ان کو استعمال کیا جا رہا ہے، کیا جاتا رہا ہے ۔ تو اس کے لئے اس بات کی ضرورت ہو گی کہ پولیس، بیورو کریسی اور judiciary جس کے پاس یہ سارے cases جاتے ہیں ۔ ان تینوں کو non-ethnic, non-communal انداز میں دیکھا جائے ۔ ان کو reorganise کیا جائے ان کو train کیا جائے ۔ اگر ضرورت ہو تو دوسرے صوبوں سے مدد حاصل کی جائے اور اچھے لوگ آج جو موجود ہیں ۔ ایسا نہیں ہے کہ اچھے لوگ موجود نہیں ہیں ۔ اچھے لوگ ہمیشہ سے موجود ہیں ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک نئے initiative کی ضرورت ہے کہ آپ بجائے اس کے کہ partial اور parochial رویہ اختیار کیا جائے ۔ اگر آپ نیشنل اور reconciliatory رویہ اختیار کرتے ہیں تو آپ کو ہر جگہ اچھے لوگ مل جائیں گے جنہیں آگے لا کر آپ بہتر فضا بنا سکتے ہیں ۔ اس لیے اس بات کی بے حد ضرورت ہے کہ ان تینوں پولیس فورس، law judiciary اور بیوروکریسی کو impartial بنایا جائے ۔ پھر جناب والا ! اس پر Reforms Administrative لائی جائیں ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ local bodies اور ان کے منتخب نمائندوں کو بالکل غیر موثر کر دیا گیا ہے ۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہے ۔ یہ دراصل بیوروکریسی، مختلف سیاسی ذرائع سے، اپنے ہاتھوں میں اختیارات رکھ کر اور حکومت کو ذبح کرنا چاہتی ہے ۔ تو اس کی جو equation ہے اور یہ equation ہمارے دستور میں بھی موجود ہے، قوانین کے اندر موجود ہے، روایات کے اندر موجود ہے، اسے بحال کیجیے اور اس طرح آپ لوکل اور منتخب bodies کو اور منتخب افراد کو ان کو صحیح کردار ادا کرنے کی راہیں اپنائیں ۔

کراچی کے اندر جو نئے district کا معاملہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بڑا explosive معاملہ رہا ہے میں اس کے merits پر نہیں جاتا، میں اس کی methodology پر نہیں جاتا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر مذاکرات کئے جائیں، حالات کا جائزہ لیا جائے، اگر حقیقی ضرورت ہو تو ایک نہیں دس حصے بنائے جا سکتے ہیں لیکن اگر حقیقی ضرورت نہ ہو تو اس طرح اس شہر کو تقسیم کرنا نہایت نقصان دہ ہے اور اس نے نقصان پہنچایا ہے ۔ اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کم از کم پانچ چیزیں ایسی ہیں اصلاحات کی جس سے فضا درست ہو سکتی ہے ۔ اگلی چیز جناب والا ۔ socio-economic package ہے یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے میں نے ابھی آپ سے کہا، تعلیم کے میدان میں، سروس کے میدان میں

economic opportunities ' ان سب کے لیے ایک package تیار کرنے کی ضرورت ہے اور میں تجویز کروں گا کہ اس معاملے میں اگر سینٹ یا اسمبلی دونوں کی ایک مشترکہ کمیٹی بنے ۔ خصوصا" وہ لوگ جن کا تعلق سندھ سے ہے ، کراچی سے ہے یا وہ لوگ جو اس مسئلے میں interested ہیں، بہت بڑی نہیں لیکن یہ کمیٹی، ایک neutral forum فراہم کر سکتی ہے ۔ جس میں اس package کو لایا جائے ، discuss کیا جائے improve کیا جائے اور اس کے بعد اسے قوم کے سامنے لایا جائے ایک consensus proposal کے طور پر تو مجھے یقین ہے کہ یہ حالات کی اصلاح کے لیے بہت مفید ہو سکتے ہیں ۔ جناب والا! جب تک کہ political initiative نہ ہو ۔ میں نہیں سمجھتا کہ مجھے کوئی چیز حاصل ہو سکے گی تو اس کے لیے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ یہ ایوان ایک قرار داد کے ذریعے سے مسئلے کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ان خطوط کار کو وضع کریں جس پر political initiative dialogue کی بات ہو اور اگر ہم یہ اقدامات کرتے ہیں اور دونوں مل کر کرتے ہیں تو مجھے توقع ہے کہ اس طرح تصادم کی فضا ختم ہو سکے گی اور بجائے اس کے کہ ہم ایک دوسرے کو برا کہیں، ایک دوسرے سے بات چیت کر کے راستے نکال سکیں گے کہ پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم اور دوسری پارٹیاں مل کر اس کام کو انجام دیں ۔

جناب ڈپٹی چیئر مین۔ شکریہ جی ۔ جناب منظور گچکی صاحب۔

جناب منظور احمد گچکی ۔ شکریہ جناب چیئر مین صاحب ۔ آج کا motion میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں سب سے اہم ترین motion سمجھا جاتا ہے ۔ اس سے پہلے بھی اس ایوان میں کراچی اور سندھ کے مسئلے پر تقاریر ہوئیں۔ کافی بحث ہوئی اور بغیر کسی نتائج کے وہ بحث ختم ہوئی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ کراچی یا سندھ کے اندر جو مسائل پیدا کیے گئے ہیں ، جو مسائل پیدا ہوئے ہیں اس سے نہ صرف سندھ اور خصوصا" کراچی کے عوام پریشان ہیں بلکہ پورے پاکستان میں اس کی آواز سنائی دیتی ہے جناب والا۔ ہم اس ایوان میں بحث کرتے ہیں، جو ہماری سمجھ میں آتا ہے ہم کہہ دیتے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہے کہ مسائل کا حل بہتر طریقے سے تلاش کر سکیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جو اس ملک کے کرتا دھرتا ہیں یا جو political forces ہیں وہ ہماری ان باتوں کو مانیں یا نہ مانیں ۔ بقول ایک شاعر کے کہ

مانو نہ مانو جان جاں تمہیں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

جناب چیئرمین ! اس مسئلے کو سطحی طور پر اگر آپ لے لیں تو اس مسئلے کا کوئی حل ہمیں نظر نہیں آتا ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو اس کے historical background کی طرف جانا پڑے گا اور جب آپ historical background کی طرف جائیں گے تو تب آپ کو مسائل کے حل میں کچھ کامیابی حاصل ہو گی ۔ جناب چیئرمین! مجھے یقین ہے کہ بہت سی باتوں میں میرے معزز ایوان کے اراکین کو مجھ سے اتفاق ہو گا اور بہت سی باتوں سے وہ اختلاف کریں گے ۔ اتفاق اگر وہ کرتے ہیں تو میں ان کا مشکور ہوں اور اگر وہ اختلاف کرتے ہیں تو یہ ان کا جمہوری حق ہے ۔

جناب چیئرمین ! یہ ایک تاریخی سانحہ ہے ۔ اور آج اس تاریخی سانحہ کی وجہ سے ہم جو کچھ بھگت رہے ہیں مجھے تو شک ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی ان تمام مسائل سے گزریں گی اگر آج ہم بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے ان مسائل کا حل پیش نہیں کریں گے تو کب کریں گے؟ تقسیم ہند کے بعد سوا کروڑ انسانوں کا migration ہوا ۔ اس دور میں سوا کروڑ کوئی کم آبادی نہیں تھی ۔ اور بالکل exactly اتنی ہی آبادی migrate کر کے ہندوستان چلی گئی ۔ ہندو مسلم کے درمیان ایک دوری، ایک نفرت، ایک دوسرے کے right کو deny کرنا ۔ اس climax پر پہنچی کہ لوگ اپنے ہمسایوں کو بھی مارنے لگے ۔ وہ لوگ کہ جو صدیوں سے اکٹھے رہتے تھے جو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک تھے ۔ لیکن ایک ایسا ماحول develop ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور اس کے نتیجے میں اتنی بڑی آبادی کی migration ہندوستان سے یہاں ہوئی اور یہاں سے ہندوستان ۔ اب ظاہر ہے کہ جو migration ہوئی ہے اس کی ایک سائیکالوجی بھی develop ہوئی ہے اور وہ سائیکالوجی اگر وہ آبادی موجود ہو، تو اس کی طرف یعنی ایک دوسرے سے نفرت کی طرف جائے لیکن اگر وہ آبادی موجود نہ ہو تو یہ مختلف shapes میں اپنے اثرات دکھاتی ہے ۔ جناب چیئرمین! آپ نے ایک چیز نوٹ کی ہو گی کہ جو آبادی یہاں سے ہندوستان migrate کر کے گئی اس کی اکثریت جن سنگ میں چلی گئی اور جن سنگ میں ہی رہی اور ان تمام reactionary parties میں انہوں نے شمولیت اختیار کی جو مسلمانوں کے خلاف تھیں ۔ بالکل، exactly جناب چیئرمین! یہاں بھی اس سے مختلف نہیں ہوا ۔ بلکہ یہاں ہم نے دیکھا کہ جب یہ migrate ہو کر ادھر آئے تو قدرتی طور پر sectarianism کا ایک trend نادانستہ طور پر لے کر آئے اور میں آپ کو ایک بات اور بھی بتاتا چلوں کہ جب Central Asia سے

ایران سے اور ترکی سے، فاتح ہندوستان پر حملہ کرنے آئے ۔ تو اپنے ساتھ ایک اچھا خاصا ٹولہ لے کر آئے اور جب یہ یہاں حکمران رہے، خصوصاً مغلیہ دور میں تو آپ نے یہ دیکھا کہ ان کے رہنے سہنے کا انداز، ان کے بولنے کا انداز مقامی آبادی سے قطعاً مختلف تھا ۔ وہ اپنے آپ کو اس خطہ میں بسنے والے لوگوں سے، ہندو تو ہندو، مسلمان سے بھی بلند و بالا سمجھتے تھے اور آپ نے دیکھا کہ جب وہ اردو لکھتے تھے تو آج بھی اگر آپ عثمانیہ یونیورسٹی کی dictionaries کو اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ dictionaries کو دیکھنے کے لئے مزید dictionaries دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے ۔ وہ یا تو عربی الفاظ سمو دیتے تھے یا فارسی کے الفاظ تو یہ ایک احساس برتری ان میں موجود تھا اور اس احساس برتری کی وجہ سے مقامی آبادی میں mix نہیں ہوتے تھے۔

جناب چیئرمین ! بدقسمتی سے اس ملک میں بھی یہی ہوا ۔ اس migration کے بعد جو لوگ ہندوستان سے یہاں آئے وہ اپنے آپ کو ارفع و اعلیٰ سمجھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ superior سمجھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس کلچر سے وہ آئے ہیں، وہ کلچر ہندوستان کے اس خطہ کے کلچر سے بہتر ہے اور یہ جو uncivilised لوگ ہیں، ان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے ۔ جناب چیئرمین ۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جب یہ ملک بنا تو اس وقت اقتدار سنٹرل پنجاب کے حوالے ہوا یا ہندوستان سے آنے ہوئے ان دوستوں کے حوالے ہوا، اس لئے کہ وہ culturally اور educationally اپنے آپ کو بہتر سمجھتے تھے اور یہ سلسلہ ۱۹۵۸ تک چلا۔ آپ مجھے بتا دیں کہ کیا ۵۸ ء تک کوئی ایسا conflict پیدا ہوا؟ مقامی لوگوں کے ساتھ تو یہاں تک ہوا کہ ۱۹۵۸ میں ان کی زبانیں تک ختم کر دی گئیں۔ لوگوں کو third grade citizenship کی طرف پھینکا گیا لیکن جناب والا! جب لوگوں سے ان کے حقوق چھین لئے جاتے ہیں، جب کسی کو due right سے بھی زیادہ ملتا ہے اورجب اس کو اس مقام سے اوپر لایا جاتا ہے تو وہاں اختلافات شروع ہو جاتے ہیں اور وہاں پر بے بسی، مظلومی، مایوسی اور یہ تمام terminologies استعمال ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین ! بدقسمتی یہ ہے کہ اس ملک کے وجود میں آنے کے بعد اس ملک کی باگ ڈور ہمیشہ semi- feudal یا semi- tribal کے ہاتھ میں رہی ۔یقیناً ایک گروہ اس ملک میں industrialisation یا انڈسٹری کے حوالے پیدا ہوا لیکن جناب، اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک صحرا میں ایک نخلستان -- یعنی وہ اپنے آپ کو develop نہیں کر سکا ۔ اسی لئے اس ملک کی حکمرانی ان لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جن کا پہلے ایک structure موجود تھا، ایک کلاس موجود تھی exploitation کی۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ سرمایہ داروں کا ایک گروہ جو وہاں سے migrate کرکے آیا تھا، اس میں مشرقی پنجاب سے کچھ لوگ آئے، کچھ بھارتی گجرات سے آئے، کاٹھیاواڑ،

دہلی اور یوپی سے آئے، وہ اس خطے کے کلچر سے نا واقف تھے، اس خطے کی زبان سے ناواقف تھے اس لئے آپ نے دیکھا کہ یہ اپنے آپ کو ماورائی یا super -nation سمجھتے تھے۔ یہ اپنے آپ کو زمینی قوم سے مختلف سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے جب آپ میری زمین پر آ کر یہ کہتے ہیں کہ میں تم سے ارفع و اعلیٰ ہوں اور میں superior ہوں ۔۔ تو جناب چیئرمین ، وہاں contradictions develop نہیں ہوں گی تو اور کیا ہوگا؟ جناب والا۔ یہ بہت تلخ حقیقت ہے لیکن جب آپ زمین پر پاؤں جمائیں گے تو اس وقت reality آپ کی سمجھ میں آئے گی۔

جناب چیئرمین! میں ایک بات اور بتاتا چلوں کہ لوگ مذہبی منافرت، فرقہ پرستی لے کر آئے اور اس حد تک لیکر آئے ۔۔۔۔۔ ہم کمیونسٹ دشمن ضرور تھے، روس سے ہماری مخالفت ضرور تھی اس لیے کہ ہندوستان کا دوست تھا لیکن چین جو سب سے زیادہ extreme کمیونسٹ تھا۔ وہ ہمارا دوست تھا۔ آپ ہمارا تضاد دیکھیں۔ ہم ہر چیز کو ہندوستان کے حوالے سے ہیں کرتے تھے۔ ہوا یہ کہ ہم اتنے reactionary anger میں چلے گئے، ہم اتنے آگے نکل گئے کہ آخر میں ہم سامراج کی گود میں جا کر بیٹھ گئے اور سامراج کی گود میں ہم جب بیٹھے تو سیٹو، سنٹو نہ جانے کون کون سے treaties کے ہم ممبر بن گئے اور اس کے بعد اس ملک میں فوجی حکمران ہم پر مسلط ہوئے اور فوجی حکمرانوں نے اس ملک کے ساتھ جو کچھ کیا وہ آج ہمارے سامنے ہے اور آج سندھ میں جو ڈویژن در ڈویژن ہے۔ پاکستان کے اندر جو ہم ایک دوسرے کے گریبان پر ہاتھ ڈالتے ہیں، یہ انہی کا کیا دھرا ہے اور ہم وہ بھگت رہے ہیں ۔ جناب والا یہ سرد جنگ کا دور تھا اور ظاہر ہے اس سرد جنگ کے دور کا ایک فارمولہ تھا کہ پریس کی آزادی نہ ہو، عدالتوں میں پوچھ گچھ نہ ہو، یہاں حقوق نہ ملیں، جمہوریت نہ ابھر سکے۔ یہ تمام سرد جنگ کے مضمرات ہیں جسکا ہم حصہ بنے رہے۔ یقیناً جب یہ لوگ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے divide & rule کی پالیسی کو برقرار رکھا ۔جناب چیئرمین! ظاہر ہے کہ لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کے تحت ہم اپنے ملک کا ایک حصہ کھو بیٹھے۔ جنہوں نے جدوجہد کی، ساتھ رہے، مصیبتیں کاٹیں، سب کچھ ہوا، ہم سے الگ ہو گئے ۔ میں واضح طور پر بتاتا ہوں کہ پاکستان ٹوٹنے کی کوئی ایک وجہ نہیں تھی۔ اس کی political reason تھی اس کا economic reason تھا اور اس کی بہت سی reasons تھیں جنہوں نے ملک بنایا ان کی آبادی ۵۶% تھی اور دنیا کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے کہ میجارٹی مینارٹی سے supersede ہو گئی۔ یہ historical facts ہیں یہ تو بالکل ایسا ہی ہے ۔

ما و مجنون ہم سبق بودیم در آغاز عشق

او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

جناب چیئرمین! یہی ہمارے ساتھ ہوا کہ اکٹھے تھے لیکن لوگوں نے ہمیں لڑایا اور اس ملک کے ان institutions نے لڑایا جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ اس ملک کے چیمپئن سمجھتے ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ ہوا اور ہمارا ملک یک لخت ٹوٹ گیا۔ جناب چیئرمین! میرا مدعا یہ ہے کہ آج سندھ کے سپوت اور بعد میں آنے والے دست و گریبان ہیں ۔ historical background اپنی جگہ پر ہے لیکن تین چار factors ایسے ہیں کہ سندھی بولنے والے سندھی اسے محسوس کرتے ہیں اور اردو بولنے والے سندھی بھی اسے محسوس کرتے ہیں۔ اس وقت اگر آپ پوری situation کو sum up کرکے دیکھیں تو آپ کو اس side سے اور اس side سے تین contradictions ملیں گی ۔ نمبر۱، سندھی کا کہنا یہ ہے کہ اردو بولنے والے سندھی اجتماعی مفادات میں سندھ کے مسئلے پر سندھی بولنے والے سندھیوں کا ساتھ نہیں دیتے ۔ یہ ایک الزام ہے اور میرے خیال میں اس ایوان میں میرے بہت سے معزز دوست ہوں گے جو اس بات کو شاید تسلیم بھی کریں اور جانتے بھی ہوں گے ۔ اور ایسے دوست بھی ہیں جو ہمارے ساتھی بھی رہے ہیں ۔ نمبر۲، جناب والا! ان کا کہنا یہ ہے کہ اردو بولنے والے سندھی اپنے آپ کو ہم سے زیادہ superior سمجھتے ہیں کلچر اور زبان کے اعتبار سے ۔ اسی لئے ان کا کہنا ہے کہ سندھ میں صدیوں سے جو سندھیوں کی زبان چلی آرہی ہے اس کو یکلخت ترقی دینے کے بجائے روک دیا گیا ہے ۔ نمبر۳، جناب والا! سندھی بولنے والے سندھیوں کا یہ stand ہے کہ ہمارے اردو بولنے والے سندھی سندھ کو توڑنا چاہتے ہیں ۔ یہ تین الزامات ہیں جناب چیئرمین! جو ایک نقطۂ نظر رکھنے والے دوسرے پر لگاتے ہیں ۔ لیکن دوسری جانب جناب چیئرمین! اردو بولنے والے سندھیوں کا کہنا ہے کہ سندھی بولنے والے ہمیں son of the soil نہیں سمجھتے نمبر۱ ۔ نمبر۲، services اور تعلیمی اداروں میں کوٹہ کے نظام کو جاری کیا گیا ہے جو ہمارے interest کے خلاف ہے ۔ اور نمبر۳، شہروں کی ترقی کو دانستہ طور پر روک دیا گیا ہے industrialization کو روک دیا گیا ہے ، جس طرح پروفیسر صاحب نے کہا اور civil development کو تقریباً ختم کر دیا گیا ہے ۔ اس لئے کہ ان کے ذہن کے مطابق چونکہ یہاں اردو بولنے والے سندھی رہتے ہیں اس لئے وہ اسے develop نہیں کرنے دیتے ۔ میری ناقص رائے میں یہ تین مختلف allegations ہیں کہ جو ایک آبادی دوسری آبادی پر لگاتی ہے۔

جناب چیئرمین! میرے پاس کچھ نقاط ہیں ان کے حل کے لئے ۔ ممکن ہے

میرا کوئی دوست ' ساتھی ' اس ہاؤس کے معزز رکن مزید اس کو بڑھائیں 'لیکن جو میں نے سمجھا ہے ' میں آپ کے سامنے اسے پیش کردیتا ہوں ۔ جناب چیئرمین! اس ملک میں ہمیشہ سے مسائل کو حل کرنے کی بجائے انہیں مزید گھمبیر بنا دیا جاتا ہے ۔ اس لئے کہ اس ملک میں جو لوگ برسراقتدار آئے ہیں 1947 سے آج تک ' ان کا نقطہ نظر عوام کے مسائل کا حل نہیں رہا ۔وہ یا تو اپنے اردگرد کے لوگوں کو خوش کرتے تھے یا اپنے بیرونی آقاؤں کی چاپلوسی کرتے تھے اور انہیں خوش کرتے تھے ۔ اسی لئے اس ملک میں جتنے بھی sensitive problems ہیں ان کو دانستہ طور پر ignore کیا گیا ہے اور ان کے حل کی طرف کبھی توجہ نہیں دی گئی ۔ جناب چیئرمین ! ہم بڑے دھوم دھام سے 23 مارچ مناتے ہیں ۔ کیا رشتہ ہے 23 مارچ کا ہم سے ؟40 19 کی resolution ' قرار داد پاکستان ' آپ نے تو اسے اٹھا کر گٹر میں پھینک دیا ہے ۔ آپ صرف دن مناتے ہیں لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ' اس resolution میں جو کچھ ہے اس کو implement کیوں نہیں کرتے آپ ؟ اس لئے کہ اس ملک کے حکمران کبھی honest نہیں رہے ۔ میں سمجھتا ہوں جناب چیئرمین! کہ جب تک آپ اس ملک میں attonomy کے مسئلے کو ۱۹۴۰ء کے ریزولیوشن کے مطابق حل نہیں کریں گے اس ملک کے عوام سے آپ کی قربت نہیں ہو گی ۔ اور اگر آپ نے اسے حل کرنے کی کوشش نہیں کی تو مجھے ڈر ہے جناب چیئرمین! کہ آج دنیا میں جو balkanization کا عمل شروع ہوا ہے ' آپ کے انکار کے بعد یہ balkanization کا عمل ادھر سے گزرتے ہوئے آگے نکل جائے گا۔ دوسری بات جناب والا یہ ہے کہ ایک صوبے کے اندر اگر اس کی آبادی کی ہئیت کو بھی تبدیل کردیا جائے تو جناب چیئرمین! اس ملک کے لوگوں ' اس ریاست کے لوگوں یا صوبے کے لوگوں کا impression کیا ہوگا۔ جناب چیئرمین! اس وقت demographic stability آپ یقین کریں کہ سندھ میں نہیں ہے۔ پاکستان میں تو ہر جگہ ہی نہیں ہے لیکن سندھ میں تو اس کا اللہ ہی حافظ ہے۔ ۲۵ لاکھ کے قریب' تقریبا ۲.۵ ملین وہ لوگ ہیں جناب والا! جو کراچی' حیدرآباد' سکھر اور ان علاقوں میں دوسرے ممالک سے آکر داخل ہوئے ہیں۔ ان کی پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں را کے بھی لوگ ہوسکتے ہیں اس میں کسی اور ایجنسی کے لوگ ہوسکتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتاہوں اس ملک کے ارباب حکومت سے کہ یہ پچیس لاکھ آدمی ہندوستان سے اور دوسری جگہوں سے کیسے اس ملک میں داخل ہوئے؟ اور یہ آپ کی سب سے بڑی نااہلی ہے کہ آپ اس کو چیک نہیں کرسکے ۔ بہت سے لوگ جناب چیئرمین! پاسپورٹ لے کر آئے اور دوسرے دن

اس کی بجائے کہ امیگریشن جاتے وہ جا کر شناختی کارڈ بنواتے ہیں اور اپنے لئے ایک اور پاسپورٹ بنواتے ہیں۔ یہ ہوا ہے اس ملک میں۔ ظاہر ہے کہ آپ کو اسے چیک کرنا پڑے گا۔ یہی دوسرا حل ہے اس کا کہ آپ اس آبادی کو روکیں ۔ تیسری بات جناب والا! کراچی نے کوئی قصور تو نہیں کیا ہے۔ آپ industrialization دوسری جگہوں میں کر لیجئے ۔ یہ papulation کا جو ایک سیلاب ہے کراچی کی طرف جہاں خود روزگار نہیں ہے ' جہاں خود civic سہولت نہیں ہے۔ ہر سال ۶ فیصد ' ۱۰ فیصد آبادی نقل مکانی کرکے کراچی پہنچ جاتی ہے ۔ تو مجھے بتائیں کہ وہاں مشکلات پیدا ہوں گی کہ نہیں ۔

پھر جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ پورے پاکستان میں بے روزگاری کا مسئلہ ہے لیکن کراچی جیسے شہر میں بے روزگاری کا مسئلہ بہت ہی زیادہ ہے ۔ اسلئے کہ ڈیڑھ ارب کی آبادی میں' جہاں لوگوں کو روزگار نہ ملے ' وہاں پر لوگوں میں قدرتی طور پر ایک negative reaction شروع ہو جاتا ہے اور وہ دوسری جانب مائل ہو جاتے ہیں ' جہاں ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں نہیں جانا چاہئیے۔ جناب والا !۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری یہ demand ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسائل کے حل کی طرف ایک نکتہ بھی ہے کہ پاکستان آرمی میں percentage کے لحاظ سے' کوٹہ کے لحاظ سے یا جو کسی صوبے کا حصہ بنتا ہے ' اس لحاظ سے ان کو آرمی میں لیا جائے ۔ اور ان صوبوں سے بھرتی کو روک دیا جائے جب تک کہ دوسرے صوبوں کا کوٹہ پورا نہیں ہوتا۔ نمبر ۲ جناب والا !۔ یہ جو بیوروکریسی کی مصیبت پہلے سے ہی نازل ہے 'چوہدری محمد علی اور غلام محمد اور اس کے بعد----- اب آخر میں ہماری جان چھوٹ گئی ۔ جناب والا! اس کو بھی آپ نے روکنا ہے ۔ انور سیف اللہ پریشان ہو گئے۔ اس کو بھی ہمیں روکنا پڑے گا۔ اس لئے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ district اور division level پر اس وقت بھی پورے پاکستان میں بیوروکریسی کا عمل دخل ہے ۔ میں اپنے ان دوستوں سے بھی اور ان ساتھیوں سے بھی جو کہ three tiers of democracy پر یقین رکھتے ہیں اور جو decentralization of powers پر یقین رکھتے ہیں یعنی مرکز سے صوبہ اور صوبے سے لوکل گورنمنٹ کی طرف اور district میں ڈپٹی کمشنر اور ڈویژن میں کمشنر کی بجائے elected لوگوں کو یہ ذمہ داری ملنی چاہئیے اور جب آپ یہ ذمہ داری ان کو دیں گے تو بیوروکریسی کا عمل دخل انتظامیہ سے نکل جائے گا ۔ اس ملک میں تباہی کا سب سے بڑا سبب سول اور ملٹری بیوروکریسی کی سازشیں رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ذرا اختصار سے کام لیں ' آپ اپنا وقت تقریباً" صرف کرچکے ہیں اور دوسرے مقرر بھی ہیں ۔

جناب منظور احمد گچکی۔ ٹھیک ہے۔ جناب والا! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت جو مسائل کراچی میں پیدا ہوئے ہیں ان میں ایسے لوگوں کا ہاتھ ہے جو ان کے بڑے ہمدرد بنتے ہیں ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۹۲ میں army operation کراچی اور سندھ میں شروع ہوا ۔ اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک محترم لیڈر صاحب جب ہمارے کچھ دوستوں سے ملے تو کہنے لگے کہ دیکھیں جی کتنا ظلم ہو رہا ہے ۔ فوج سندھ میں آ گئی ہے اور زیادتی ہو رہی ہے اور تباہی ہو رہی ہے اور ہمارے دوست جو بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے کہا کہ کتنی زیادتی ہو رہی ہے اشتیاق اظہر صاحب نے کہا کہ بہت زیادتی ہو رہی ہے اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ ہو رہی ہے لیکن ان سے کبھی یہ نہیں کہا کہ جناب والا ! جس فوج کشی پر اشتیاق اظہر صاحب ناراض ہیں ، یہ کس نے کی ہے ؟ کس کے دور میں ہوا؟ جو آج بڑے ہمدرد ان لوگوں کے بنتے ہیں تو ان میں آج اتنی moral courage کیوں نہیں ہے کہ وہ کہہ دیں کہ ہم نے کیا تھا۔ جناب والا! مجھے خود یاد ہے اور اس وقت میں قومی اسمبلی کا ممبر تھا ۔ اس وقت ایک رپورٹ جاری ہوئی تھی ، اگر اس ہاؤس میں اس دور کا کوئی ممبر ہو ، میرے خیال میں لاسی صاحب اس وقت قومی اسمبلی کے ممبر تھے ، پیپلز پارٹی کی حکومت تھی ۔ اس زمانے میں کراچی میں شگری صاحب ، ڈی آئی جی تھے اور شگری صاحب کی طرف سے ایک secret report دی گئی تھی کہ اتنا اسلحہ ہے ، فلاں فلاں چیز ہے، یعنی وہ ایک مکمل رپورٹ تھی ، اور جناب والا! اس کو تقسیم کون کر رہا تھا ؟ تقسیم ہم کر رہے تھے ۔ اس وقت ہم پیپلز پارٹی کے خلاف تھے اور اس کو تقسیم کرنے میں سب سے آگے اس جانب بیٹھے ہوئے لوگ ہیں (اپوزیشن کی طرف اشارہ ہے) ۔ اس وقت ان کو سمجھ نہیں آئی ۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ آج سندھ کے مہاجروں کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے وہ اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ تحریک کی بات کرتے ہیں کہ لاہور سے تحریک چلے گی ،ملتان سے چلے گی ، انہوں نے تحریک کا نام ہی نہیں سنا ہے، دیکھنا تو اپنی جگہ پر ہے ۔ وہ چاہتے ہیں کہ کراچی سب سے بڑا صنعتی شہر ہے اور جب ہم اس کو سیاسی اور معاشی طور پر jam کریں گے تو اس کے بعد دو ، تین شہروں سے ہم اس کو start کرکے credit لے لیں گے ۔ جس طرح ہمیشہ یہ لوگ کرتے ہیں کہ کرے کوئی اور credit وہ خود لے لیں۔

جناب چیئرمین ! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک political game ہے جو کراچی کے مہاجروں کے ساتھ کھیلی جا رہی ہے کہ اگر مرتے ہیں تو مہاجر مریں گے اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں

تو ہم credit لے لیں گے اور پھر اشتیاق اظہر صاحب آپ کے ساتھ وہی ہو گا جو آپ آج دیکھ رہے ہیں کہ ہو رہا ہے ۔ آپ اپنے دل سے یہ بات نکال دیں۔ میں دعویٰ کے ساتھ اور اپنے ۳۰ سالہ پولیٹیکل لائف کے تجربے کے حوالے سے کہتا ہوں کہ اس سے بڑی سازش مہاجروں کے خلاف نہ پہلے ہوئی ہے اور نہ ہو گی۔ جناب چیئرمین! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے پہلے کبھی سازشیں نہیں کیں اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے اور پھسلتے گئے ۔ پھسلتے پھسلتے ایسے پھسل گئے کہ انہیں اپنے اوپر بھی ترس آنے لگا کیوں کہ جن کے بارے میں گو ہم ان کا کلمہ تو نہیں پڑھتے تھے لیکن ان پر ہمیں اتنا اعتماد ضرور تھا جتنا کہ شاید دنیا میں کسی دوسرے انسان پر نہیں تھا۔ جب آدمی نیچے کی طرف گرتا چلا جاتا ہے تو پھر جناب والا وہ چیز ہی ختم ہو جاتی ہے ۔ میں آخر میں جناب چیئرمین۔ ایک بات کہوں گا ۔

شرم مانع تھی فقط بند قبا کھلنے تلک

پھر تو وہ جان جہاں ایسا کھلا ایسا کھلا

Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ بہت شکریہ۔ اب میں فلور حافظ حسین احمد کو دیتا ہے۔

جناب حافظ حسین احمد۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ میرے خیال میں صدر محترم کی صدارتی تقریر کی طرح ہم ہر سال سندھ کی صورتحال پر بحث کرتے آ رہے ہیں ۔ لیکن کاش آج ہم جذبے سے اس پر بحث کریں اور مجھے توقع ہے کہ اگر ہم اس مسئلے کو حل کرنا چاہیں تو یقینا" اس معاملے پر یہ سینٹ میں آخری بحث ہو سکتی ہے ۔ جناب چیئرمین صاحب ہر مرض کے علاج کے لئے پہلے اس مرض کی تشخیص اور اس کے وائرس اور جراثیم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہیں ۔ سندھ کی صورتحال کے بارے میں، میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ پے در پے مارشل لاء اور خصوصا" جناب ضیاء الحق مرحوم کے مارشل لاء کے ثمرات یا باقیات کا ایک ثبوت آج سندھ کی صورتحال ہے ۔ جناب چیئرمین صاحب ! مہاجر پاکستان میں ۱۹۸۸ کے بعد نہیں آئے بلکہ مہاجر ہمارے وہ بھائی ہیں جنہوں نے قربانیاں دے کر دنیا کے جغرافیے پر پہلی بار ایک نظریاتی مملکت کا نقشہ ابھارا۔ لیکن بات یہ تھی کہ مہاجر کچھ پیپلز پارٹی میں تھے ، کچھ جماعت اسلامی میں تھے ، کچھ مسلم لیگ میں تھے اور کچھ کسی اور سیاسی جماعت میں تھے اور اپنے ذہن کے مطابق اس سیاسی جماعت کے حوالے سے اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرتے رہے۔ لیکن ضیاء الحق کی آمریت کے دور میں جب سیاسی جماعتوں پر پابندی لگائی گئی اور جب غیر جماعتی انتخابات کا

ڈھونگ رچایا گیا تو یہ صورتحال ہمارے سامنے آئی۔ لیکن اب اس صورتحال کیلئے جو طریقہ اپنایا گیا اور جس طریقے سے اس عظیم اور بڑے طبقے کو کسی اور راہ پر ڈالنے کی کوشش کی گئی جناب چیئرمین صاحب! وہ انتہائی قابل افسوس ہے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ ہمارے سامنے ظفر علی خان صاحب کا وہ شعر کانوں میں گونجتا ہے کہ

رہے آباد پاکستان اندلس یاد آتا ہے
جہاں کی مسجدیں ہیں مستقل تصویر ویرانی
وہاں کے بھی مسلمان دور حاضر میں یہ کہتے تھے
کہ یہ مصری ہے' یہ شامی ہے' یہ اعرابی' یہ سوڈانی

جناب چیئرمین صاحب! مجھے تو اس سے اختلاف ہے کہ آج ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم کراچی کے مسئلے پر بحث کر رہے ہیں۔ آج ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ صوبہ سندھ کا مسئلہ ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! معذرت کے ساتھ' یہ مسئلہ اس لئے حل نہیں ہوتا کہ ہم اور آپ اسے کراچی کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ ہم اور آپ اسے سندھ کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ کاش ہم اسے پاکستان کا مسئلہ سمجھتے۔ گزشتہ اڑتالیس سالوں میں یہی کچھ ہوتا رہا۔ کبھی آپ کا صوبہ پنجاب مرکزیت کا دعویدار تھا اور صوبہ بلوچستان پر غداری کا الزام لگایا گیا۔ اور یہی ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ جناب بلوچستان کے مسئلے کے لئے یہ حل ضروری ہے۔ کبھی صوبہ سرحد کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔ کبھی سندھ کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔ یادش بخیر ۸۸ء کے بعد تو پنجاب کامسئلہ بھی درپیش آیالیکن جناب چیئرمین صاحب! ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ سندھ کو الگ شمار کریں' آپ بلوچستان کو الگ رکھیں' آپ سرحد کو الگ تصور کریں' آپ پنجاب کو الگ تصور کریں تو کیا پاکستان صرف اسلام آباد کا نام ہے؟ جناب چیئرمین! ہم سمجھتے ہیں اگر آج ہم اس مسئلے کے حل میں واقعی مخلص ہیں تو پھر ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ یہ کراچی کا مسئلہ نہیں' سندھ کا مسئلہ نہیں' یہ پاکستان کا مسئلہ ہے۔ اور جس دن ہم اس نقطے پر پہنچے کہ یہ پاکستان کا مسئلہ ہے' پاکستان کی سالمیت اور استحکام کا مسئلہ ہے تو جناب چیئرمین صاحب! یہ مسئلہ' مسئلہ نہیں رہے گا بلکہ فوری طور پر اس مسئلے کو ہم حل کرلیں گے۔

جناب چیئرمین صاحب! کچھ حقائق بھی ہیں۔ ایم کیو ایم کے بھائی ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ایم کیو ایم' کبھی پیپلز پارٹی کی بھی حلیف تھی۔ ایم کیو ایم مسلم لیگ کی بھی حلیف ہے لیکن جب وہ پیپلز پارٹی کی طرف بیٹھتے تھے تو کیا اس طرف سے انہیں غدار نہیں کہا جاتا تھا؟ اور جب وہ اس طرف بیٹھے ہیں تو کیا اس طرف سے انہیں غدار نہیں کہا جاتا؟ آج تو جناب اجمل خٹک صاحب اور راجہ ظفر الحق صاحب کتنے قریب بیٹھے ہیں۔ ماضی میں اس کا

کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن میں گزارش کروں گا جناب چیئرمین صاحب! کیا غداری اور وفاداری کا فاصلہ ایک میٹر ہے جو راجہ ظفر الحق صاحب اور قائد ایوان کی کرسی کے درمیان ہے؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سیاسی مسائل کے لئے غداری کے لیول کو کم از کم چند سالوں کے لئے اپنی لغت سے نکال دیا جائے تو پھر ہم مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔

دوسری گزارش میں یہ کروں گا کہ پیپلز پارٹی پر اس وقت سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو پورے ملک میں' راشدی صاحب آپ نہ گھوریں مجھے سندھ کے حوالے سے سیاست کرنی آتی ہے اور میری سیاست سندھ کے حوالے سے بھی پہچانی جاتی ہے۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ آج موقع ہے کہ وہ تمام سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر یہ سوچے کہ اگر کراچی نہیں رہے گا تو سندھ بھی نہیں رہے گا۔ کراچی نہیں رہے گا تو پاکستان بھی نہیں رہے گا۔ جناب چیئرمین صاحب! ہم سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کو مزید طویل نہ کریں۔ اس کو مشرقی پاکستان کا طوفان نہ بنائیں کہ ہر سال آتا رہے اور ہم اس پر بحث کرتے رہیں اور اگلے سال ہم ایک نئے طوفان کا انتظار کرتے رہیں۔ ہم نے آج یہ طے کرنا ہے کہ اگر سیاست دان اپنے اس ملک کے' اپنے کسی شہر کے امن وامان کا مسئلہ حل نہیں کرسکتے تو پھر معذرت کے ساتھ انہیں گھروں کو جانا چاہیئے اور انہیں اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ سیاست ہمارے بس کا روگ نہیں۔

جناب چیئرمین صاحب! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر سندھ کا مسئلہ آپ کے حوالے کر دیں تو کراچی میں ڈی آئی جی بھی رہے۔ یقین جانیئے' اخلاص کے ساتھ اگر اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہم بیٹھیں اور اس مسئلے ہم اپنی سیاست کے لئے نہ رکھیں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ نہیں رہے گا۔ میں نواز شریف صاحب اور محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ سے دست بستہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنی سیاسی لڑائی سینٹ میں لڑیں' قومی اسمبلی میں لڑیں۔ اپنی سیاسی لڑائی کراچی اور سندھ میں نہ لڑیں۔ کیونکہ سیاسی لڑائی کا جو مقام ہے وہ یہ ایوان ہے۔یہاں سے آپ بائیکاٹ نہ کریں' یہاں آپ سیاسی لڑائی لڑیں۔ جو چیز حق ہے اور آپ حق کہیں گے تو یقیناً ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن اگر ہم اپنی سیاست کو اور اپنی سیاسی لڑائی کو اور اپنی مفاداتی لڑائی کو اس حوالے سے لڑیں گے تو یقیناً اشتیاق اظہر صاحب سے معذرت کے ساتھ میں کہوں گا کہ نہ پھر یہ آپ کے دوست ہیں' نہ وہ آپ کے دوست ہیں۔ نہ صرف آپ کے دوست نہیں ہیں بلکہ یہ ملک کے دوست نہیں ہیں بلکہ یہ ملک و ملت کے غدار کہلائیں گے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ کبھی ہمیں بھی تو کہنے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ تو روز کہتے ہیں ہمیں بھی کہنے دیں۔

حافظ حسین احمد ۔ تو جناب چیئرمین صاحب! میں مختصراً عرض کر رہا ہوں کہ ہم یہ سوچیں کہ آخر وہ نقطۂ اتحاد کیا ہے، وہ نقطۂ اتحاد پاکستان نہیں، اتحاد اسلام ہے۔ نقطۂ اتحاد پاکستان ہوتا، تو پاکستان تو ہے لیکن بنگال آپ کے ساتھ نہیں ہے۔ نقطۂ اتحاد تھا، پاکستان کا مطلب کیا؛ لا الہ الا اللہ۔ اور جب ہم نے اسے نظر انداز کیا تو پھر ہم نے جمہوریت کو نقطۂ اتحاد بنایا۔ جب ۷۰ء میں مشرقی پاکستان کے عوام نے جمہوریت کے حوالے سے اپنا فیصلہ دیا تو ہم نے دوسرے نقطۂ اتحاد کو پامال کیا، پھر آپ کا دوسرا بازو آپ کے ساتھ نہیں رہ سکا۔

جناب چیئرمین صاحب! میں یہی گزارش کروں گا کہ سیاسی مسائل کا حل کبھی بھی فوج کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ اس کی آزمائش ہم مشرقی پاکستان میں کر چکے ہیں۔ ٹائیفائیڈ اور چیچک کے بعد بیماریاں جسم میں رہ سکتی ہیں، مکمل طور پر انسان صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ آج میں انہیں یہ نہیں کہتا کہ

تمہی نے درد دیا ہے تمہی دوا دینا

درد تمہی نے دیا ہے لیکن اس کی دوا سیاست دانوں کے پاس ہے، اس کی دوا آرمی کے پاس نہیں ہے، میں یہی گزارش کروں گا کہ آپ سیاستدانوں کو بلائیں، پارٹیز کو نہیں۔ لیکن جناب بلانے گا کون؛ آج بدقسمتی سے ہمارے ملک میں قومی قد کاٹھ کا کوئی لیڈر باقی نہیں رہا کہ جس کی call پر تمام سیاست دان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکیں۔ کوئی کراچی تک محدود ہے، کوئی اندرون سندھ تک محدود ہے، کوئی سرحد تک محدود ہے، کوئی بلوچستان تک محدود ہے اور کوئی ڈیرہ غازیخان تک محدود ہے۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں اس سوچ کو سامنے رکھنا ہو گا اور ہمیں ان تمام سیاستدانوں کو ایک ٹیبل پر بٹھانا ہو گا۔ جناب نصیر اللہ خان بابر صاحب (وزیر داخلہ کی طرف اشارہ) میں کہہ رہا ہوں کہ ایک ٹیبل پر بٹھانا ہو گا، ایک ٹیبل پر لٹانا نہیں ہو گا، آپ کسی کو ٹیبل پر لٹا کر اس سے مذاکرات نہیں کر سکتے۔ آپ اسے احترام کے ساتھ بٹھا کر اس کے ساتھ مذاکرات کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ اگر آپ کسی بھی سطح پر مذاکرت کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر یہ انداز مذاکرات آپ نہ اپنائیں۔ خدارا! انہیں عزت و احترام سے اپنا بھائی سمجھ کر، اپنے ساتھ بٹھائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اشتیاق اظہر کو منانا ہمارا کام ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! میں گزارش کروں گا الطاف حسین سے کہ آپ ملک کی سیاست کرتے ہیں۔ خدارا ملک میں آئیں اور اجمل خٹک صاحب سے بھی میں گزارش کروں گا کہ آپ تو گئے بھی تھے آپ کم از کم اپنے

تجربات کی روشنی میں انہیں کہتے کہ بھئی سیاست کرنی ہے، تو یہاں آ کر کریں۔

جناب چیئرمین صاحب! میں گزارش کروں گا کہ الطاف حسین ہو ' کوئی اور سیاستدان ہو' اگر اس کی پارٹی عوام میں نہیں ہوگی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اشتیاق اظہر ہے' ہماری بہن نسرین صاحبہ ہیں ' آفتاب شیخ صاحب ہیں تو الطاف' الطاف ہے۔ اگر انہیں بیڑیاں لگ سکتی ہیں تو الطاف کو خواہ پھانسی بھی لگے اسے پاکستان آنا چاہیئے ۔ آخر کیا بات ہے کہ ہمارے لیڈر بیرون ملک بیٹھتے ہیں اور ہم اپنے لئے لیڈر باہر سے امپورٹ کرتے ہیں ۔ یہ ہماری کاٹن پالیسی کی طرح ہے ۔ اپنی بہترین کاٹن ہم باہر بھیجتے ہیں اور باہر سے خراب کاٹن منگواتے ہیں ۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ سوچنے کی بات ہے ۔ ہم یہی گزارش کریں گے کہ اگر جمہوریت ہے تو اس کے لئے ہمیں قربانی دینا ہوگی ۔ اور الطاف صاحب کو آنا ہوگا ۔ کافی عرصہ ہوا' ایک دفعہ اشتیاق اظہر صاحب کے کمرے میں میری ان سے ٹیلیفون پر بات چیت ہوئی تھی ۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ سیاستدان آئیں ' یہاں بیٹھیں' اس ملک میں رہیں' اس ملک میں سیاست کریں ۔ میں سمجھتا ہوں تب ہماری سوچ قومی ہوگی ۔ لیکن افسوس کی بات ہے' کوئی لندن بیٹھتا ہے ' کوئی کابل جاتا ہے ' کوئی فرانس جاتا ہے ۔ ہمیں تو سعودی عرب بھی جانے نہیں دیتے ۔ جناب چیئرمین صاحب' میں اپنی بات مختصر کر رہا ہوں اور مذاکرات کے لئے جناب آصف زرداری صاحب لندن میں ہیں ۔ میں کہتا ہوں کاش! ہمارا یہ لندن پلان ختم ہو اور کوئی پاکستانی پلان ہو ۔ اس وقت آپ میں وہ صلاحیت موجود ہے کہ آپ اپنے مسائل کو خود حل کر سکتے ہیں ۔ اپنے مسائل کو خود بہتر طور پر آپ سمجھ سکتے ہیں ۔ خدارا! آج حالات آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ وہ نہیں رہے گی اگر وہ نہیں رہی تو تم بھی نہیں رہو گے ۔ نہ پھر یہ ہو گا' نہ وہ ہوگا پھر شاید کوئی اور ہوگا ۔ جناب چیئرمین صاحب! میں یہی گزارش کرتا ہوں ۔ میرے بہت سے ساتھی اس وقت موجود ہیں۔ میں دو منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور یہ کہ سیاسی مسائل کو سیاسی رویوں کے حوالے سے حل کرنا چاہیئے ۔ اس کے لئے readymade FIR ' بنے بنائے مقدمات سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ جناب نصیر اللہ بابر صاحب نے ہمیں گرفتار کیا کوئٹہ میں اور اس کے بعد SHO صاحب اور SP صاحب آئے اور انہوں نے کہا کہ حافظ صاحب ' جو مقدمہ آپ کو suit کرتا ہے آپ اس کو تک کریں ہم وہی مقدمہ بنائیں گے ۔ تو میں گزارش کروں گا کہ یہ انداز غلط ہے۔ آپ ان مقدمات اور FIR کے ذریعے اس کو ختم نہیں کر سکتے ۔

جناب چیئرمین صاحب! میں گزارش کروں گا کہ اندرون سندھ بھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ ہماری نگاہیں تو صرف کراچی تک ہیں ۔ ہماری نگاہیں تو حیدر آباد تک ہیں ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں

کہ سب کچھ حیدر آباد اور کراچی میں ہو رہا ہے لیکن کیا اندرون سندھ جو سندھی ہیں وہ مطمئن ہیں ؟ کیا ہاری مطمئن ہیں ؟ کیا وہاں پر ڈاکوؤں کا راج نہیں ہے ؟ کیا وہاں پر ان کے لئے ملازمتوں کے مسائل نہیں ہیں ؟ کیا وہاں پر پانی کی خشک سالی نہیں ہے ؟ آپ یہ نہ سمجھیں کہ مسئلہ صرف لیاقت آباد ' ناظم آباد ' کراچی ' حیدر آباد اور لطیف آباد کا ہے بلکہ مسئلہ لاڑکانہ کا بھی ہے ' مسئلہ جیکب آباد اور سندھ کے تھرپارکر کے علاقوں کا بھی ہے ۔ اندرون سندھ سندھیوں کی یہ حالت ہے اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ جناب سندھ سے پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کی ہے ' وہاں شاید دودھ اور شہد کی نہریں جاری ہیں ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے پر سوچتے وقت آپ اندرون سندھ کے مسائل کے بارے میں بھی سوچیں کہ آیا اندرون سندھ عوام کس حال میں ہیں ۔ میری تجویز یہ ہے کہ صدر صاحب ہوں ' یا کوئی اور ہو ' چیئرمین سینٹ ہو ' کسی کو بھی اللہ توفیق دے کہ وہ کل سیاستدان کانفرنس بلا نے اور اس طرح کہ وہ ایماندارانہ طور پر یہ طے کریں کہ کیا کرنا چاہئیے۔ اور میں یہ بھی تجویز پیش کروں گا' جس طرح پروفیسر صاحب نے فرمایا' کہ سینٹ کی کمیٹی بنائی جائے ۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم جاکر کراچی اور سندھ میں بیٹھیں اور اس وقت تک ہم وہاں سے اٹھنے کا نام نہ لیں جب تک کہ سندھ اور کراچی کے مسئلے کا سیاسی حل نہ نکالیں ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں ۔ اور اس کے ساتھ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس مسئلے پر ہم نے اپنے سیاسی مفادات اور پارٹی مفادات سے بالا تر ہو کر سوچنا ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ شکریہ جناب حافظ صاحب ۔ اب میں اگلے mover جناب ساجد میر صاحب کو فلور دیتا ہوں ۔

جناب ساجد میر ۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین ۔ آج اس ایوان کے معزز اراکین ہی نہیں تمام با شعور پاکستانی کراچی اور سندھ کے حالات پر دل گرفتہ اور پریشان ہیں ۔ کراچی جو روشنیوں کا شہر تھا ۔ کراچی جو ہمارا صنعتی دارالحکومت ہے ۔

(اس مرحلہ پر آذان شروع ہوگئی)

THE HOUSE ADJOURNED FOR PRAYER

(The House re-assembled after interval with Mr. Deputy Chairman(Mir AbdulJabbar) in the Chair)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔جناب ساجد میر صاحب شروع کیجئیے ۔

جناب ساجد میر ۔ جناب چیئرمین میں گزارش کر رہا تھا کہ کراچی اور سندھ کا صوبہ

جو پورے ملک کا اقتصادی مرکز ہے ۔ کراچی جو ہمارا صنعتی دارالحکومت ہے ۔ یہ عظیم شہر اور یہ عظیم صوبہ آج ایک آتش فشاں کی حیثیت اختیار کرچکا ہے اور پورا ملک اس دہکتے ہوئے آتش فشاں کے کنارے پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہماری حکومت کو سرحد فتح کرنے اور اس طرح کی دوسری کارروائیوں سے فرصت نہیں ہے اور وہ اس حساس مسئلے کی طرف اس طرح توجہ مبذول نہیں کر رہی ہے جس طرح اسے کرنی چاہیے ۔ وہی بات ہو رہی ہے

وہ شاخ گل پہ زمزموں کی دھن تراشتے رہے
اور نشیمنوں پہ بجلیوں کا کارواں گزر گیا

اور یا پھر یہ ہے

تم تو مصروف چراغاں تھے تمہیں کیا معلوم
اس دیوالی میں دیئے بجھ گئے گھر کے کتنے

جناب والا ! اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت اور بیوروکریسی نے اس مسئلے کو ایک انتظامی مسئلے کے طور پر لیا ہے۔ صرف Law and order کے مسئلے کے طور پر لیا ہے حالانکہ بنیادی طور پر یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے ۔ یہاں کچھ دوستوں نے ماضی کی باتیں کیں۔ کوئی فوجی حکمرانوں پر ساری ذمےداری عائد کر کے خود بری ہو گئے اور کسی نے یہ کہا کہ پاکستان بننے کے بعد ہندوستان سے آنے والے ہمارے بھائی جن کا قیام پاکستان میں حصہ کسی سے کم نہیں ہے شاید زیادہ ہی ہے ان کے بارےمیں کہا کہ خود کواعلیٰ سمجھتے تھے اس لئے ساری خرابی پیدا ہو ئی ۔ جناب عالی! اگر ہم ماضی کو دیکھیں گے تو بات دور تک جائے گی اور controversial ہو گی ۔ ادھر سے بھی کچھ ایسی وجوہات بیان کی جائیں گی جو ناگوار گزریں گی اور جبینوں پر شکنیں پڑیں گی ۔ ماضی ہماری زندگی کا حصہ ہے، ہم اس کو یکسر فراموش نہیں کر سکتے لیکن ہمیں دیکھنا ہے کہ آج یہ مسئلہ کس نوعیت کے ساتھ کس انداز میں ہمارے سامنے موجود ہے اور ہم اسکا حل کس طرح کرسکتے ہیں ۔

کس نے دوش دیکھا ہے نہ فردا
فقط امروز ہے تیرا زمانہ

آج کو دیکھیں کہ آج جو سیاسی حقائق ہیں وہ کیا ہیں؟ اور ان کا حل کسی پر ذمےداری شفٹ کئے بغیر خود دیکھیں کہ کس طرح اس کاحل ہو سکتا ہے؛ کیا کرسکتے ہیں ؟ جناب والا ! اس ملک میں کب تک یہ ہوتا رہے گا کہ ہم ماضی کی حکومتوں پر، فوجی حکمرانوں پر دوسروں پر ذمےداریاں ڈالتے رہیں گے اور اپنی ذمےداریوں کو سراسر فراموش کرتے

رہیں گے ۔ ہمیں اپنی ذمےداریاں محسوس کرنی چاہئیں اور خاص طور پر برسراقتدار طبقہ جو ہے اس کو یہ محسوس کرنا چاہئیے کہ سرحد میں یا پورے پاکستان میں کلی اقتدار کی جنگ لڑنے کی بجائے سندھ کو جو ہمارا حساس صوبہ ہے' اس کو بچانے کی طرف توجہ مبذول کرے ۔ یہ ان کی ذمےداری ہے کہ وہ سیاسی قوتیں جو صوبے میں موجود ہیں' جو سیاسی حقائق موجود ہیں' ان کا ادراک کریں اور ان کو ان کا مناسب وزن دیں ۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت سندھ میں واضح طور پر دو سیاسی قوتیں موجود ہیں۔ آپ ان کو نئے اور پرانے سندھی کا نام دے سکتے ہیں ان کو آپ ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کانام دے سکتے ہیں' کوئی بھی نام دیں' دو سیاسی حقائق' دو سیاسی پلڑے اور دو سیاسی وزن سندھ کے اندر موجود ہیں اور جب تک ہم دونوں کو وزن نہیں دیں گے' دونوں اپنی اپنی جگہ پر حقائق کا ادراک کرتے ہوئے افہام وتفہیم سے کام نہیں لیں گے اور ایک دوسرےکو مناسب وزن نہیں دیں گے اس وقت تک مسئلہ حل نہیں ہو گا ۔یہ حقیقت ہے کہ اس وقت نئے سندھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ صوبے کا اقتصادی نظام ہو یا سیاسی اقتدار ہو' دونوں میں ان کو منصفانہ حصہ حاصل نہیں ہے ۔ تمام وزارتیں پیپلز پارٹی کے پاس ہیں ۔ انتظامیہ مہاجروں کی نفی کر رہی ہے ۔ عدلیہ میں نامناسب' ناروا تبدیلیاں کی جا رہی ہیں' بلدیاتی ادارے توڑے جا چکے ہیں جن میں ہمارے ان بھائیوں کی نمائندگی موجود تھی ۔ کوٹہ سسٹم کی وجہ سےان کے نوجوان پڑھے لکھے افراد ملازمتوں کے لئے دھکے کھا رہے ہیں اور حال یہ ہو چکا ہے کہ

باغباں تقسیم یوں کرتا ہے انعام بہار
کہ پھول اپنے واسطے' خارِچمن میرے لئے

حقیقت یہ ہے کہ ایم کیو ایم نے جو ان نئے سندھیوں کی نمائندہ تنظیم ہے ۔ پیپلز پارٹی کی طرف سندھ کی دوسری بڑی اور سب سے بڑی سیاسی قوت کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا تھا ۔ صدارتی انتخاب میں ' میں دور کی بات نہیں کرتا قریب کی بات کرتا ہوں' صدارتی انتخاب میں انہوں نے پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا لیکن افسوس یہ ہے کہ تعاون کے اس ہاتھ کو جھٹکا گیا ہے ۔ ملیر کا ضلع بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی ؛ ایم کیو ایم کے ارکان کو ' منتخب ارکان کو توڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی ؛ شمیم احمد صاحب اور دوسرے ارکان کو اپنے ساتھ ملانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی جبکہ پیپلز پارٹی کے پاس اکثریت موجود تھی ۔ ان چیزوں نے رد عمل پیدا کیا ہے ان چیزوں نے نقصان دیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہی الطاف حسین کو جو ان کے مسلمہ لیڈر ہیں اور

پاکستان کے ایک مسلمہ لیڈر ہیں ' معاملے سے باہر کرنے کی کوشش کی جاتی رہی اور کی جا رہی ہے ۔ جناب عالی ! جس طرح بھٹو فیملی کے ساتھ لاکھ اختلاف رکھنے کے باوجود یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ پیپلز پارٹی سے اگر بھٹو فیملی کو باہر کیا جائے اور ان کو باہر کر کے کوئی سیاسی قوت پیپلز پارٹی سے کوئی معاملہ کرنا چاہے تو وہ معاملہ بے وزن ہوگا' بے حقیقت ہو گا' بے معنی ہوگا ۔ اسی طرح الطاف حسین کو ایم کیو ایم سے باہر نکال کر ان سے کوئی معاملہ کرنے کی کوشش کی جائے گی تو وہ بے وزن ہو گا اور بے معنی ہو گا ۔ یہاں کہا گیا ہے اور پہلے بھی کہا جاتا رہا ہے ' اور تو اور ہمارے دوست جناب حافظ حسین احمد صاحب نے بھی کہا ہے کہ الطاف حسین کو ملک میں آنا چاہئیے ' trial کو face کرنا چاہئیے ' مقدمات کا سامنا کرنا چاہئیے ۔ ضرور کرنا چاہئیے لیکن حافظ صاحب کو اور ہمیں اس سے پہلے انتظام کرنا چاہئیے کہ الطاف حسین کا بھی کوئی بھائی یا بہن پرائم منسٹر بنے' پھر وہ آئیں گے اور cases کو face کریں گے ۔ جن کی بہن پہلے پرائم منسٹر نہیں تھی ' ہمارا حافظہ اتنا کمزور نہیں ہے' ہم جانتے ہیں کہ کتنے سالوں تک وہ ملک سے باہر رہے ہیں ۔ اور جن کی daughter-in-law اقتدار میں نہیں تھیں ان کے بارے میں بھی ہم جانتے ہیں کہ وہ کتنا عرصہ ملک سے باہر رہے ہیں اور اب بھی وقت بدلتا ہے اور وقت کو بدلتے ہونے دیر نہیں لگتی اور اب جب بھی اقتدار کا سنگھاسن ڈولا' جو already ڈول رہا ہے اور حکومت بدلی تو اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ بہت سے لوگ جن کو بہت دلیر اور شیر قرار دیا جا رہا ہے کہ وہ آئے ہیں اور cases کو face کر رہے ہیں' آپ دیکھیں گے کہ وہ ملک کے اندر موجود نہیں رہیں گے۔ وہ ایک دفعہ پھر ملک سے باہر چلے جائیں گے ۔ اس لئے یہ باتیں بے معنی ہیں کہ وہ آئیں اور cases کو face کریں۔ ہاں انہوں نے خود کہا ہے کہ آپ fair trial کی یقین دہانی کرائیں ۔ انہوں نے آنے سے انکار نہیں کیا۔ صرف fair trial پر اصرار کیا ہے ۔

اس معاملے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عدالتوں پر زور دینے والے ہمارے ان دوستوں نے خود عدالتوں پر کس قدر اعتماد کیا ہے ۔ آج تک تو بھٹو صاحب کے بارے میں عدالتی فیصلہ انہوں نے تسلیم نہیں کیا ۔ کسی فیصلے کو انہوں نے چمک کا نتیجہ قرار دیا ہے ' کسی کو انہوں نے دباؤ کا نتیجہ قرار دیا ہے ۔ البتہ جو فیصلہ ان کے حق میں ہو ' وہ انصاف کے ترازو پر پورا اترتا ہے ۔ کہا گیا ہے کہ ایم کیو ایم کو استعمال کیا جا رہا ہے ۔ مجھے معلوم نہیں کون استعمال کر رہا ہے ۔ کوئی کہتا ہے کہ " را" اور بھارت انہیں استعمال کر رہا ہے ۔ یہاں یہ بھی کہا گیا کہ نواز شریف انہیں استعمال کر رہا ہے ۔ لیکن اس کا جواب میں نے اس ایوان میں اپنی سب سے پہلی تقریر میں دیا تھا اور آج بھی شاید یہ بات آئی ہے کہ اس ملک میں یہ روایت ختم ہونی چاہئیے کہ جب ہمیں ایم

کیو ایم کی یا اے این پی کے ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے تو اس وقت تو یہ سب سے بڑے محب وطن ہوتے ہیں اور جب ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہوتی یا وہ ہمیں ووٹ نہیں دیتے تو پھر ان سے بڑا غدار اس ملک میں اور کوئی نہیں ہوتا ۔ جہاں تک دہشت گردی کا تعلق ہے، میں پھر کہوں گا کہ اس ملک کے عوام کے حافظے زیادہ کمزور نہیں ہیں۔ انہیں یاد ہے کہ جب آصف نواز سندھ کے کور کمانڈر تھے، دہشت گردوں کا تبادلہ اسی طرح ہوا تھا جس طرح سے دو ملکوں کے قیدیوں کا ہوتا ہے اور انہیں یاد ہے کہ اگر ایک سائیڈ پر ایم کیو ایم کے کچھ انتہا پسند تھے تو دوسری طرف پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے دہشت گرد اور انتہا پسند تھے۔ انتہا پسند اور دہشت گرد دوسری طرف بھی موجود تھے ۔

(مداخلت)

پروفیسر ساجد میر ۔جناب شفقت صاحب! آپ اپنی باری پر بات کریں ۔ سوال یہ ہے کہ وہ دہشت گرد جو ایک طرف موجود تھے، وہ مجرم جو دوسری طرف موجود تھے، ان کو زمین کھا گئی، آسمان نگل گیا، وہ کہاں گئے ؟ وہ کیفر کردار تک کیوں نہیں پہنچے ۔ان کو گرفت میں کیوں نہیں لایا گیا ۔ اگر کسی نے میجر کلیم کو اغوا کیا ہے، ٹارچر کیا ہے تو اس سے پہلے میجر طارق رحیم کو بھی کسی نے گولی کا نشانہ بنایا تھا ۔ مجرم دونوں طرف موجود ہیں ۔ اس لئے فوجی آپریشن کو، کسی انتظامی آپریشن کو اگر یک طرفہ بنایا جائے گا تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو آج ہم اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں ۔

جناب والا! میری درخواست ہے کہ اس معاملے کو یک طرفہ نہ بنایا جائے اور ایم کیو ایم کی لیڈر شپ کے اندر جو اعتدال پسند لوگ موجود ہیں اور ان کی لیڈر شپ واضح طور پر اعتدال پسند افراد پر مشتمل ہے اور ایم کیو ایم کی اکثریت بھی محب وطن افراد پر مشتمل ہے، جس طرح باقی جماعتوں میں کالی بھیڑیں موجود ہیں، اس پارٹی میں بھی ہوسکتی ہیں، اس جماعت میں بھی ہوسکتی ہیں۔ لیکن ایک پارٹی کو سر سے لے کر پاؤں تک غلط اور غیر محب وطن قرار دینا------ کوئی منطق اس کی اجازت نہیں دیتی ۔چاہئیے تو یہ تھا کہ جب سندھ میں حالیہ صوبائی انتخابات ہوئے ---ایم کیو ایم کو جس طرح قومی اسمبلی کے انتخابات سے باہر رکھا گیا، ان حقائق سے ہم سب آگاہ ہیں لیکن صوبائی انتخابات کے نتیجہ کے بعد چاہئیے تھا کہ ان کی سیاسی قوت کو تسلیم کیا جاتا ۔ جمہوریت کو اکثریت کی حکومت کہا جاتا ہے لیکن اگر ہم جمہوریت کے اسی ایک اصول کو لے کر بیٹھے رہتے تو آج ہم اس پاکستان کے اندر موجود نہ ہوتے ۔ قائد اعظم نے کیا کہا تھا؛ مسلم

لیگ نے کیا کہا تھا؟ کہ ہندو اکثریت میں ہیں لیکن مسلمانوں کاایک واضح گروہ موجود ہے جن کے کچھ الگ آدرش ہیں، جن کی کچھ الگ demands ہیں، جن کے کچھ الگ مطالبات اور ضروریات ہیں ۔ ان کا ایک مستقل گروہ موجود ہے جو ایک قوم کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اسی طرح میں عرض کرتا ہوں۔ یہ تو دور کی بات ہے۔۔ شاید میری یہ بات دوسری طرف بیٹھے ہوئے دوستوں کے لئے اتنی convincing نہ ہو لیکن انہی کے قائد عوام صاحب کی بات کرتاہوں، انہوں نے کس بنیاد پر مجیب الرحمان کے ساتھ شراکت اقتدار کا مطالبہ کیا تھا؟ اسی لئے کیا تھا ۔۔ اگر اکثریت کے اصول پر چلتے تو مجیب الرحمان کو ۱۹۷۰ کے الیکشن کے بعد گورنمنٹ بنانی چاہئیے تھی۔ انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان ایک مکمل اکائی ہے، مغربی پاکستان ایک مکمل اکائی ہے اور حکومت میں دونوں کی representation ہونی چاہئیے۔ وہ اس معاملے کو جس extent تک لے گئے جس حد تک لے گئے، اس پر بحث ہو سکتی ہے، اس سے اختلاف ہو سکتاہے لیکن بنیادی طور پر یہ بات درست تھی کہ مغربی اور مشرقی پاکستان، دونوں کو حکومت میں نمائندگی ملنی چاہئیے تھی کیونکہ دونوں مکمل اکائیاں ہیں، دونوں مکمل وحدتیں ہیں اور دونوں کی کچھ سیاسی ضروریات اور تقاضے ہیں ۔ اسی طرح اگرچہ پیپلز پارٹی سندھ کے صوبائی انتخابات کے نتیجہ میں اکثریت میں تھی لیکن سیاسی حقائق کا، بھٹو صاحب کے مانے ہوئے اور ان کے بتائے ہوئے اصول کا اور اس کے ساتھ پاکستان کی سیاسی ضروریات کا تقاضا یہ تھا کہ ایم کیو ایم کو برابری کی بنیاد پر تو نہیں لیکن عزت کی بنیاد پر، احترام کی بنیاد پر وزارتوں میں لیا جاتا، حکومت سازی میں لیا جاتا، ان کو اپنے ساتھ شریک کیا جاتا ۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سارے مسائل جن کا آج ہمیں سامنا ہے، وہ ہمارے لئے درد سر اور سوہان روح نہ ہوتے ۔

جناب والا! دراصل ہم ایک عجیب قوم ہیں۔ ہم اپنے ماضی قریب سے بھی سبق لینے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ہم نے دیکھا ہے کہ مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن نہ صرف نقصان دہ ثابت ہوا بلکہ اس کا الٹا اثر ہوا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بلوچستان میں فوجی ایکشن نقصان دہ ثابت ہوا اور اس کا کوئی اچھا اثر سامنے نہیں آیا۔ ان دو بڑی مثالوں کے باوجود آج ہم پھر اصرار کرتے ہیں کہ خدارا! فوج سندھ سے واپس نہ جائے اور فوجی ایکشن کے تسلسل پر اصرار کرتے ہیں اور اس اصرار کرنے میں پیش پیش وہ پارٹی ہے جو خود کو جمہوریت کی چیمپئن اور سیاسی اور جمہوری کھیل کی علمبردار قرار دیتی ہے حالانکہ جمہوریت اور سیاست افہام وتفہیم سے عبارت ہیں مذاکرات سے عبارت ہیں، سیاسی مسائل کے سیاسی حل سے عبارت ہیں اگر خود کو جمہوریت کے چیمپئن قرار دینے والے بھی افہام وتفہیم، کو مذاکرات کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے صرف Law &order

کا مسئلہ بنائے رکھیں گے، صرف انتظامی مسئلہ بنائے رکھیں گے اور انتظامی طور پر اس کو ڈیل کرنے کی کوشش کریں گے اور جیسے کہا گیا غلط سلط مقدمات قائم کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا۔ یہ ایسے proportion تک پہنچے گا جس سے ڈیل کرنا شاید ہمارے لیے ممکن نہ رہے۔ اس سے پہلے اشتیاق اظہر صاحب کی مثال آپ کے سامنے آئی۔ ابھی یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ہماری محترمہ نسرین جلیل صاحبہ پر جو دفعات لگائی گئی ہیں ان میں یہ ہے کہ انہوں نے کسی کو چھرا گھونپا ہے، کہیں انہوں نے آگ لگائی ہے، کہیں انہوں نے بلوہ کیا ہے۔ آپ اندازہ کریں حکومت کیا کر رہی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے؟ یہ کسی مسئلے کو سیاسی طور پر حل کرنے کا طریقہ نہیں ہے، یہ کسی مسئلے کو سیاسی انداز میں ڈیل کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ اور حکومت کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے، ان بینچوں پر بیٹھے ہوئے ہمارے دوستوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ پیپلز پارٹی کے اقتدار سے زیادہ اس ملک کی بقاء اور اس ملک کا استحکام ضروری ہے اور اگر یہ ملک موجود ہے تو پھر پیپلز پارٹی بھی حکومت کرے گی، کوئی اور بھی حکومت کرے گا۔ لیکن اگر خدانخواستہ سندھ موجود نہیں کراچی موجود نہیں اور اس کے نتیجے میں خدانخواستہ پاکستان کوکوئی نقصان پہنچتا ہے تو پھر نہ پیپلز پارٹی حکومت کرنے کے لیے ہوگی نہ کوئی اور اس پاکستان پر حکومت کرنے کے لئے ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارے حالات، جس طرح کہا جاتا ہے کہ بھارت نے پیدا کئے، ان کی ایجنسیوں نے پیدا کیے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ ان حالات سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہے اور ہم انہیں فائدہ اٹھانے کا موقع بہم پہنچا رہے ہیں اور آج سب سے بڑی ذمہ داری برسراقتدار طبقے پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ان حالات کو کنٹرول کرکے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآء ہوں۔ اس سلگتے ہوئے آتش فشاں پر حکمت کا پانی ڈالیں، تدبر کا پانی ڈالیں، افہام وتفہیم کا پانی ڈالیں اور اس کو ٹھنڈا کرکے سندھ کو، کراچی کو اور پورے پاکستان کو بچائیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ میر صاحب۔ اب اگلے mover چوہدری شجاعت حسین صاحب ہیں۔ وہ اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں ان سے اگلے اور آخری mover جناب ڈاکٹر محمد ریحان صاحب۔

ڈاکٹر محمد ریحان۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے اس اہم موضوع پر مجھے بھی بولنے کا موقع دیا اور میں اپنے دوستوں ساتھیوں کا بھی بہت مشکور ہوں جن کی عالمانہ اور فاضلانہ تقاریر میں نے سنیں۔ اس سے میرے علم میں اضافہ ہوا اور

انہوں نے بڑی مفید تجاویز اس بحران، اس کشیدگی کو ختم کرنے کے لئے پیش کی ہیں جس نے ہمارے ملک کو لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ جناب والا! آج سندھ جل رہا ہے، خون بہہ رہا ہے۔ سندھ خصوصاً کراچی اور حیدر آباد میں کوئی سرمایہ کاری نہیں ہو رہی ہے جس کی وجہ سے پورے ملک میں صنعت کاری بالکل جام ہو گئی ہے اور بیرونی صنعتکار بھی خوف زدہ ہیں وہ سامنے نہیں آ رہے۔ جناب والا! اس سلسلے میں علم سیاست اور تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میں اپنے محدود علم کے مطابق جو سمجھتا ہوں وہ عرض کروں گا۔ جناب والا۔ آج زمانہ سائنس کا ہے۔ سائنس صرف نیچرل سائنس نہیں، سوشل سائنس بھی ایک اہم سبجیکٹ ہے اور ہمارے سامنے جو معاملہ درپیش ہے یہ سوشل scientists کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے اور اس کو سائنسی انداز ہی میں دیکھنا پڑیگا، اس کی causes معلوم کرنی ہوں گی اور ان کی روشنی میں اس کی remedies تلاش کرنی ہوں گی۔ جناب والا! سندھ بلکہ پورے پاکستان بلکہ پوری تیسری دنیا میں آج نفرتوں، تعصبات، لسانی اور نسلی طبقوں نے جو جنم لیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بڑی وجہ آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہے۔ دوسرے ممالک کی میں جب بات کرتا ہوں تو ہم سب سے زیادہ آگے ہیں۔ جناب والا! جب ایک ملک میں آبادی سب سے زیادہ بڑھے اور وسائل کم ہوں تو فطری نتیجہ اس کا یہی نکلتا ہے کہ لوگ لسانی، نسلی اور دوسری طبقاتی بنیاد پر آپس میں تقسیم ہوکر لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے ہیں۔ جناب والا! اس طرف ہمیں بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ملک کے سوشل سائنس والوں، عالموں، اور مذہبی عالموں کی مدد اور تعاون حاصل کرنا چاہئے۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ چاہے یہ سندھ میں ہو، چاہے یہ بلوچستان میں ہو، پختونوں اور بلوچوں کے درمیان ہو، چاہے پنجاب میں سرائیکیوں، پوٹھوہاریوں یا مرکزی پنجاب کے درمیان ہو، اس کی بڑی وجہ، جو میں سمجھتا ہوں، اس ملک کی آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ جناب والا! قیام پاکستان کے ساتھ کراچی کو دارالحکومت بنایا گیا۔ چونکہ وہاں پر انٹرنیشنل ائرپورٹ بھی تھا اور وہاں پر ایک بندرگاہ بھی تھی۔ اس لئے دھڑا دھڑ وھاں پر صنعتکاری بھی شروع ہو گئی، وھاں دفاتر قائم کئے گئے، اور اس طرح مالیاتی اداروں کے اور نیم خودمختار اداروں کے ہیڈکوارٹر بھی قائم ہو گئے۔ اور ملک کے تمام علاقوں سے روزگار کی تلاش میں لوگ وہاں جانا شروع ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب! بھارت سے ہمارے بھائی خاص طور پر اتر پردیش، مدھیا پردیش، مہاراشٹر، گجرات، دھلی، جیسے علاقوں سے بھی لوگوں نے فسادات سے تنگ آکر، اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے کراچی کا رخ شروع کیا۔ جناب والا! چونکہ یہ ہمارے بھائی سارے

کے سارے تعلیم یافتہ تھے اور اس وقت ہماری مرکزی حکومت کے دفاتر بھی نئے قائم ہونے تھے تو وہاں پر ان ہمارے بھائیوں نے اس خلاء کو پر کرنا شروع کردیا۔ جناب اس کے ساتھ ساتھ ملک کے دیگر صوبوں پنجاب ' سرحد' بلوچستان' آزادکشمیر وغیرہ میں بھی تعلیم ؛ میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا اور انہوں نے بھی مرکزی اور دوسری ملازمتوں کے لئے compete کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے ہمارے جو بھائی پہلے ان پر چھائے ہوئے تھے' ان کی نوجوان پود کو روزگار حاصل کرنے میں مشکلات پیش آنی شروع ہو گئیں۔ جناب والا ! ہمارے بھارت سے آئے ہوئے بھائی کی زیادہ تر توجہ سول سروس کےحصول پر مرکوز تھی اور فوج میں' بزنس میں' زراعت میں ان کی موجودگی تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی ۔ جناب والا ! اس کے ساتھ ساتھ ان کے نوجوانوں کو روزگار کے حصول میں مشکلات پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں بدلتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر idealogical status نے دم توڑنا شروع کردیا اور Nation Status نے جنم لینا شروع کیا ۔ ان تبدیلیوں سے پاکستان بھی الگ تھلگ نہیں رہ سکا ۔ جناب والا ! سندھ کے شہری علاقوں میں بسنے والے ہمارے بھارت سے ہجرت کر کے آنے والے بھائی اور ان کی اولاد میں بھی محرومیوں نے احساسات پیدا کردیئے ۔ اور اس بناء پر کالج کے طلباء آل پاکستان مہاجر سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا قیام عمل میں لائے ۔ جناب والا ! اس وقت یعنی ۸۰ کی دہائی میں فوجی آمریت نے اس کو دیکھ کر' کیونکہ جب بھی کسی آمر کا تختہ الٹا تو اس میں ہراول دستے کا کردار ہمیشہ کراچی اور حیدرآباد شہر نے ادا کیا ہے ۔ انہوں نے سامراجی فارمولوں پر چلتےہوئے divide and rule کی پالیسی کو اختیار کیا اور سندھ میں ایک قسم کی نفرت پیدا کرنی شروع کردی ۔ جناب والا ! لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس آرگنائیزیشن نے اور اپنے ایام طفلی سے آگے نکل کر ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کی اور متحدہ قومی محاذ کا نام سامنے آگیا۔ مہاجر قومی محاذ' متحدہ قومی محاذ میں تبدیل ہوگئی ' اور جناب ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات جو غیرجماعتی بنیاد پر ہوئے' ان میں انہوں نے جو سو فیصد کامیابی حاصل کی۔ اس نے ملک بھر کے سیاستدانوں کو حیرت زدہ کردیا۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ پیپلز پارٹی نے اس وقت حکومت بنانے کے لئے ان کے ساتھ پینگیں بڑھانا شروع کردیں ۔ حکومت تو انہوں نے ان کے بل بوتے پر بنالی لیکن وزارتیں دینے میں بخل اور لیت و لعل سے کام لینا شروع کیا۔ جناب والا! چونکہ متحدہ قومی محاذ کے سو فیصد کارکن تعلیم یافتہ تھے ۔ اور اکثریت ان کی شہروں میں بستی تھی تو انہوں نے' جہاں تک میرا

حافظہ کام کرتا ہے' ایسی وزارتیں لینے کی خواہش کی جن سے وہ شہری مسائل حل کر سکتے تھے۔ لیکن ان کو وہ نہیں دی گئیں۔ جناب والا! اس طریقے سے یہ fragile coalition بہت جلدی ٹوٹ گئی۔ اور action اور reaction کی بنیاد پر جھگڑے شروع ہو گئے ۔ جس سے پاکستان دشمن قوتوں نے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جناب والا! اس ناراضگی کی بناء پر متحدہ قومی محاذ مسلم لیگ (نواز گروپ) کے ساتھ مل گیا چونکہ اس پارٹی کے کارکن اور پیروکار تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ مڈل کلاس یا لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے تو ملک کے جاگیرداروں اور وڈیروں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ جناب والا ان کو بدنام کرنے کے لئے بڑے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے ۔ سارے معاملے کو sum up کرتے ہوئے جناب میں یہ عرض کروں گا کہ فیوڈل طبقہ یا وڈیرے جو ملک میں تعلیم پھیلانے کے بھی خلاف ہوتے ہیں--------

Mr.Deputy Chairman: Yes jam sahib.

Jam kararudin: According to the rules, written speach is not allowed in the House.

Mr.Deputy Chairman. No, I thing he is speaking from his notes. I am "observing , please carry on.

ڈاکٹر محمد ریحان۔ میں اپنے نوٹس دیکھ رہا ہوں۔

Deputy Chairman. I am observing, carry on Dr.Sahib.

ڈاکٹر محمد ریحان۔۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ ملک کا فیوڈ ل طبقہ ہمیشہ تعلیم پھیلانے کے خلاف ہوتا ہے' Industrialisation کے وہ خلاف ہوتے ہیں بلکہ روشنی کے خلاف ہوتے ہیں ۔ وہ نہیں چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں ' لوگ تعلیم یافتہ ہوں کیونکہ انہوں نے جو little kingdoms بنائی ہوتی ہیں ان little kingdoms کے لئے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ جناب والا! کیونکہ سامراج کا بھی ان کے ساتھ مفاد وابستہ ہوتا ہے لہذا سامراج بھی یہی چاہتی ہے کہ ان کے ملکوں میں فیوڈل کے اشتراک سے یا ان کے تعاون سے ان کا خام مال لیا جانے اونے پونے داموں اور اپنے finished goods ان کے ملکوں میں فروخت کریں۔ جناب والا! اس لئے فیوڈل طبقہ ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے مڈل کلاس کی لیڈر شپ سے یا جس پارٹی میں مڈل کلاس کے لوگ ہوتے ہیں ان سے خوف زدہ رہتا ہے ۔ جناب والا!۔ میں معاملے کو مختصر کرتے

ہونے یہ تجویز کرتا ہوں کہ سندھ میں فوج کو سول انتظامات سے فوری طور پر الگ کیا جائے - ان کی جو shock theropist حیثیت ہے جو deterrent شکل ہوتی ہے' وہ ختم ہو جائے گی اوروہ shock theropytreatment جو ہے پھر کہیں خدا نخواستہ ضرورت پڑے تو وہ باقی نہیں رہے گی- جناب والا-

I request you to restore order in the House

Mr. Deputy Chairman. Please carry on Dr.Sahib.

ڈاکٹر محمد ریحان- جناب والا! میں اس کے ساتھ ساتھ تجویز کرتا ہوں کہ متحدہ قومی محاذ کے لوگ جن کو شہید کیا گیا ہے یا جن کو مارا پیٹا گیا ہے' ان کے مجرموں کو بلا تاخیر گرفتار کیا جائے - اور وہ لوگ جو شہید ہوئے ہیں یا جن کو نقصان پہنچا ہے ان کو معاوضہ ادا کیا جائے- اس کے ساتھ ساتھ جناب والا! ان اقدامات سے ملک میں بڑی خوشگوار فضاء پیدا ہو جائے گی اور متحدہ قومی محاذ کے وہ لیڈر جو ملک کے اندر موجود ہیں یا ملک سے باہر ہیں' وہ ضرور آ کر سارے مسائل کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے کے لئے بیٹھ جائیں گے اور ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کے لئے پورے ملک کے ساتھ اپنا کردار ادا کریں گے - کیونکہ وہ اتنے ہی محب وطن ہیں جتنا کہ ہم اپنے آپ کو سمجھتے ہیں یا جتنا کوئی اور دعوٰی کرتا ہے - جناب والا! ملک کو مکمل طور پر نسلی و لسانی نفرتوں اور تعصبات سے پاک رکھنے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ملک سے جاگیرداری کے فرسودہ اور بوسیدہ نظام کا خاتمہ کیا جائے- جناب والا! جہاں تک پڑوسی ممالک کی شرارت کا تعلق ہے میں یہ کہوں گا جیسے پشتو زبان کی ایک کہاوت ہے (پشتو) کہتے ہیں کہ اپنے گھر کو بچاؤ: دوسرے کو چور مت کہو۔ ان الفاظ کے ساتھ میں جناب کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔والسلام-

جناب ڈپٹی چیئرمین- جناب کمال اظفر صاحب -

بیرسٹر کمال اظفر- جناب والا! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں - چونکہ پہلے جو تقاریر ہوئی ہیں وہ بھی دس منٹ سے زیادہ ہوئی ہیں اور شاید دو دو منٹ میرے ساتھی بھی عطا کریں' لہذا مجھے بھی تھوڑا سا زیادہ وقت دیا جائے -

جناب ڈپٹی چیئرمین- اس وقت تک movers ہی بولتے رہے ہیں - بہرحال آپ شروع کریں -

بیرسٹر کمال اظفر - میں کوشش کروں گا کہ مقررہ وقت کے اندر تقریر ختم کروں لیکن

میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتا کہ میں اپنی بات مقررہ وقت میں پوری کر سکوں گا۔ اس وقت دو تین اہم غلط فہمیاں ہیں جن پر اب یہ بحث چل پڑی ہے ۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ ہم سب اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ سیاسی مسائل کا حل سیاسی ہی ہونا چاہیئے اور ان کا کوئی مستقل فوجی حل نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سندھ میں فوجی آپریشن شروع ہوا تو اس وقت پاکستان کا وزیر اعظم کون تھا ؛ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک بڑی جماعت جس کی نمائندگی صوبہ سندھ کے شہری علاقوں میں ہے، اس کے قائد نے پاکستان چھوڑا اور وہ لندن میں مقیم ہیں تو اس وقت پاکستان کا وزیر اعظم کون تھا؛ تو اس کے بارے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

اس وقت جو موجودہ صورتحال ہے اس کی ذمہ داری سراسر اس دور پر ہے جب کہ سندھ میں لسانی تنظیموں نے جنم لیا اور انہوں نے وہاں پر تقویت حاصل کی۔ جناب والا ! میں آپ کو یاد دلانا چاہتاہوں، کیونکہ آپ صوبہ سندھ سے واقف ہیں اور کراچی میں آپ نے اہم ذمہ داریاں ادا کی ہیں کہ جس وقت پاکستان کی تحریک شروع ہوئی اور چونکہ آج تاریخ کی باتیں ہوئی ہیں تو میں بھی تاریخ کی کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ پاکستان بننے سے پہلے mini partition اس وقت ہوئی جب صوبہ سندھ بمبئی سے علیحدہ ہوا ۔ جب قائد اعظم نے ۱۹۲۹ میں ۱۴ نکات پیش کئے تھے تو ان میں ایک اہم نکتہ یہ بھی تھا کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کیا جائے اور جب پاکستان بنا تو اس وقت سندھ کا صوبہ جو کہ امن کا صوبہ ہے ، محبت کا صوبہ ہے ، جو کہ شاہ عبداللطیف کا صوبہ ہے ، جو کہ لال شہباز قلندر کا صوبہ ہے ، اس نے مسلمان بھائیوں کا خیرمقدم کیا جو اس وقت پاکستان میں تشریف لائے تھے ۔ اس وقت لوگ ریلوے سٹیشنوں پر دیگیں لے کر گئے اور مہاجرین کو اپنے گھروں میں لے گئے، ان کو بسایا اور اس وقت سندھ میں ایک محبت کی فضا قائم تھی بلکہ سندھ میں ایک صوفی کی مثال دی جاتی ہے کہ جب وہ وہاں پر تشریف لائے تو وہاں پر پہلے جو ایک صوفی مقیم تھے انہوں نے دودھ کا بھرا ہوا ایک گلاس بھیجا جو کہ پوری طرح لبریز تھا تو جو صوفی تشریف لائے تھے انہوں نے ایک گلاب کی پتی اس میں ڈالی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ابھی بھی گنجائش ہے کہ ہم مل کر یہاں رہ سکتے ہیں ۔ اس جذبے کے ساتھ لوگوں کا وہاں پر خیرمقدم کیا گیا اور وہاں پر کوئی اس طرح کی سوچ نہیں تھی ۔ اس کے بعد کراچی کو سندھ سے علیحدہ کیا گیا اور کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا اور اس کے بعد ۱۹۵۵ میں One Unit بھی قائم کیا گیا اور One Unit کے دور میں کراچی سے دارالخلافہ کو علیحدہ کر دیا گیا ظاہر

ہے کہ اس کا بھی ذکر ہونا چاہئیے کہ کچھ احساس محرومی اس وقت بھی ہوا اس وقت ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس ملک قاسم صاحب میرے خیال میں مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل تھے ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک لالٹین کا symbol تھا جو کہ مس جناح کا symbol تھا۔ یہ میں ۶۴۔ ۶۵ کے انتخاب کی بات کر رہا ہوں۔ اسوقت محترمہ فاطمہ جناح صاحبہ جو Combined Opposition Parties کی نمائندہ تھیں اور صدارت کیلئے امیدوار تھیں اور اسوقت فیلڈ مارشل ایوب خان Convention Muslim League کے صدر تھے اور ان دونوں کا مقابلہ تھا اور BD نظام کے تحت تھا ۔ لیکن کراچی ایک واحد شہر تھا جہاں BD نظام کے باوجود محترمہ فاطمہ جناح کو اکثریت ملی۔ کراچی ایک شہر تھا جہاں سے حسن شیخ جو کہ کونسل لیگ کے ایک وکیل تھے اور جو اس سینٹ کے سابقہ رکن رہ چکے ہیں انہوں نے ایک بہت بڑے سرمایہ دار کو ایک millionaire نہیں بلکہ ایک billionaire صدیق داؤد کو شکست دی لیکن اس کے باوجود وہاں پر ایک victory procession نکالا گیا اور یہی مسجد شہداء ہے جہاں پر ابھی بھی پے در پے incidents ہوتے ہیں۔ وہاں پر اسی لیاقت آباد میں جلوس نکلا' دہاں firing ہوئی وہاں علی کوثر اور مختلف لوگ تھے وہاں پر ایک ہنگامہ ہوا اور پہلی دفعہ وہاں پر ایک لسانی رنگ بھی دیا گیا ۔ ہم تو بچپن سے سنتے آ رہے تھے کہ unholy alliance کیا چیز ہوتی ہے لیکن آج پہلی دفعہ میں نے اس ہاؤس میں unholy alliance دیکھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست سمجھتے ہیں اور ہم نے دیکھا ہے کہ آج مگر مچھ کے آنسو بہائے جا رہے ہیں ۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس وقت بھی کس طرح کی لسانیت وہاں پر پیدا کی گئی ۔ لیکن جب adult franchise وہاں پر ملی' جب پاکستان کے عوام کو ان کے حقوق واپس ملے اور میں یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یحییٰ خان نے جب پیش کش کی کہ کراچی کو سندھ سے علیحدہ کریں تو کراچی کے جتنے قائد تھے اور ہم نے بھی لکھا تھا future status of Karachi کے بارے میں۔ ہم نے کہا نہیں ہم الگ نہیں ہونگے' کراچی سندھ کا حصہ ہے ۔ پہلے بھی رہا اور ہمیشہ رہے گا ۔ اس کے بعد جب ۱۹۷۰ کے انتخابات ہوئے تو ۱۹۷۰ کے انتخابات میں ' جناب آپ کو میں دوبارہ یاد دلاؤں کہ کل سیٹیں اس وقت سندھ میں ۶۰ تھیں ان میں سے ۱۵ کراچی میں تھیں اور ۴۵ سیٹیں اندرون سندھ میں تھیں ۔ یہاں سے کسی مقرر نے کہا ہے کہ سندھ میں دو حصے ہیں۔ ہم ایسی monopoly کو نہیں مانتے ہیں۔ کیونکہ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت کراچی میں ۱۵ میں سے آٹھ سیٹیں پیپلز پارٹی نے جیتیں ۔ اس میں بندر روڈ سے عبدا لوحیدعرشی منتخب ہوئے ۔ اس وقت مارٹن روڈ سے سید سعیدحسن بھی منتخب ہوئے ۔ اس وقت قاسم پٹیل گھانسی پاڑہ سے منتخب ہوئے بلکہ پوری اسمبلی میں اندرون سندھ صرف اکثریت ہی نہیں تھی' ٹوٹل ۵

۲ سیٹیں ملی تھیں جو بعد میں اٹھائیس ہوگئیں کیونکہ کچھ independents بعد میں پارٹی سے آملے تھے ۔ ہم اس بٹوارے کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ ہم اس divide and rule کو ما ننے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ ہم دوبارہ وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کی اکثریت ہو گی اور کراچی سے لے کر خیبر تک ہو گی ۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۷۰ کے انتخابات کے بعد جتنی خدمت کراچی کی پیپلز پارٹی نے کی ہے کسی نے نہیں کی ۔ پاکستان سٹیل مل دو ہزار کروڑ کا سب سے بڑا صنعتی منصوبہ کس نے بنا یا؛ ذوالفقار علی بھٹو نے بنایا ۔پورٹ قاسم کراچی میں کس نے قائم کیا؛ ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان نے قائم کیا ۔ اس کے بعد Drigh Road جو کہ اس کی ایک چوتھائی بھی نہیں تھی جو آج ہے ۔ آج کراچی میں ٹریفک چل نہیں سکتی تھی وہ کس نے بنائی؛ مجھے کچھ علم ہے کیونکہ اس وقت سندھ میں' میں وزیر خزانہ تھا اور وزیر Planning بھی تھا ۔ اس وقت سندھ میڈیکل کالج کس نے قائم کیا ؛ سندھ میں عباسی شہید ہاسپٹل کس نے قائم کیا ؛ لیاقت آباد مارکیٹ کس نے قائم کی ؛ وہاں پر جو اتنے بڑے بڑے فلیٹس بنے ہیں اور وہاں ترقی ہوئی ہے وہ کس نے کی ؛ میں خود گورنر سٹیٹ بنک کے پاس گیا تھا کیونکہ اسوقت اجازت نہیں تھی کہ فلیٹس کیلئے loan دیا جائے ۔ اس وقت وہاں دیا گیا اور جو total loans ہیں اور total disbursements ہیں House Building Finance Corporation کی' آج بھی آپ پوچھ لیں MD, HBFC سے کہ پورے ملک کی سکیمیں کراچی میں خرچ ہوئیں ۔ تو یہ جو حالات ہیں ۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ ہماری ایک معیشت ہے۔ یہ وہی پانی ہے جو قراقرم سے آتا ہے جو ننگا پربت سے برف پگھل کر یہاں آتی ہے' وہی پانی ہے جو کہ سارے ملک کو لبریز کرتا ہے' وہی پانی ہم کراچی میں پیتے ہیں۔ پاکستان کی معیشت ایک ہے اور میں ایک بات پر استدعا کروں گا کہ مایوسی نہ پھیلائیں ۔ یہ پاکستان کا ایوان بالا ہے۔ آپ مہربانی کر کے مشرقی پاکستان جیسے حالات کا ذکر نہ کریں کیونکہ اسوقت پاکستان کی کسی اسمبلی کا کوئی بھی ممبر نہیں ہے جو یہ کہہ رہا ہو کہ ہمیں پاکستان سے علیحدہ ہونے دیں' کوئی نہیں کہہ رہا کہ ہم پاکستان سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔ اور ایسی چند کتابیں بھی شائع کی جا رہی ہیں آج کل ایک نیا دستور نکلا ہے vanity publication کا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ڈگری بھی خرید سکتے ہیں پی ایچ ڈی کی اور آپ کتاب بھی شائع کر سکتے ہیں خود پیسے دے کر ۔ اور اس طرح کی لوگوں میں مایوسی پھیلائی جا رہی ہیں۔ لیکن ایسے کوئی حالات نہیں ہیں۔ پاکستان کی معیشت ایک معیشت ہے لیکن جوحالات ہیں وہ کب پیدا ہوئے۔ تو میں اس پر آتا ہوں جب مارشل لاء لگا' ۱۹۷۷ کے مارشل لا کے باوجود ۱۹۷۹ سے پہلے جب وہاں پر لوکل باڈیز کے الیکشن ہوئے اس وقت بھی

پیپلز پارٹی کے اللہ والا صاحب میئر منتخب ہو رہے تھے لیکن اس وقت خانم گوہر اعجاز اور ایک اور کونسلر کو گرفتار کیا گیا۔ ان کو انتخابات میں کامیاب نہیں ہونے دیا گیا اس کے بعد عبدالستار افغانی کراچی کےمیئر تھے اور غوث علی شاہ سندھ کے وزیر اعلیٰ تھے انہوں نے suspend کیا dissolve کیا ہاؤس کو اور وہاں پر افغانی کو گرفتار کیا اور اس کے بعد خود غوث علی شاہ نے مجھ سے کہا کیونکہ اب یہ بات کھل کر ہو رہی ہے کہ مجھے لشکر بھی چاہیئے اور میرے پاس پیسے بھی تھے اور میں نے کہا کہ اس کو نیا رخ دوں۔ اس کے بعد وہاں پر ۱۹۸۵ میں-----

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آن پوائنٹ آف آرڈر راجہ ظفر الحق صاحب ۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ یہ بنیادی اصولوں میں سے ہے کہ اگر کوئی شخص ایوان میں موجود نہیں اور اپنے آپ کو defend نہیں کرسکتا تو اس کا ریفرنس نہیں دیا جا سکتا۔

بیرسٹر کمال اظفر ۔ اگر کوئی ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے میں اس جذبے کو مانتا ہوں۔ لیکن میں اس لئے کہہ رہا ہوں میں اس بات پر آتا ہوں۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: No cross talk.

+ **بیرسٹر کمال اظفر ۔** میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ۱۹۸۵ میں پہلی دفعہ بشریٰ زیدی کیس ہوا۔ بشریٰ زیدی کے بعد لسانیت نے جنم لیا۔ کیونکہ ۱۹۷۷ میں بھی جب agitation ہوا پی این اے کے agitation میں اصغر خان نے برنس روڈ پر جا کر الیکشن لڑا ۔ ۱۹۷۷ میں شیر باز مزاری نے الیکشن لڑا اور وہ کراچی سے کامیاب ہوئے۔ لیکن وہی اصغر خان تھے جن کی ۱۹۸۸ء میں ضمانت ضبط ہوئی۔ تو اس دوران ۱۹۷۷ اور ۱۹۸۸ کے دوران کس کی حکومت تھی؟ ضیاء الحق کی حکومت تھی انہوں نے یہ حالات پیدا کئے ۔ یہ ضیاء الحق کی ڈکٹیٹر شپ اور فاضل ڈکٹیٹر کا ہمارے لئے تحفہ ہے۔ انہوں نے یہ حالات پیدا کئے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم مل کر اس کا کوئی سیاسی حل تلاش نہیں کرسکتے اور کوئی سیاسی فیصلے نہیں کرسکتے۔ تو اس لئے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آگ جو لگائی گئی ہےاس کی واحد ذمہ داری ضیاء الحق پر جاتی ہے اور بہادر شاہ ظفر کا شعر ہے

لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

+ the speech corrected by the honourable speaker.

تو ہمارا صبر و قرار ضیاء الحق نے چھینا ہے۔ اس کی policies کا نتیجہ ہے کہ وہاں آج divide and rule کی باتیں دونوں طرف سے ہوئی ہیں اس کا نقصان کس کو ہوا ہے؟ ملک کو ہو رہا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ برندن والے کو بھی مسز اندر گاندھی نے وہاں پر روک دیا تھا۔ اور اس کے کیا نتائج ہونے آپ کو وہ بھی یاد ہوگا۔ ہم آج بھی کہتے ہیں کہ socio-economic package ہونا چاہیئے اور socio-economic package ہم تیار کریں گے۔ ہم نے اپنے منشور میں کہا ہے کہ ہم "لسانیت" نہیں چاہتے۔ اسی لئے ہمارے منشور میں کہا گیا بارہا کہا گیا ہے کہ ہم three tier system چاہتے ہیں تاکہ لوگ اپنے بنیادی مسائل خود حل کر سکیں۔ ہم خود کہتے ہیں کہ امن ہونا چاہیئے' آشتی ہونی چاہیئے' اس کا ایک سیاسی حل نکلے۔ اور آپس میں مل جل کر ہم ملک کو آگے لے جائیں۔ آخیر میں' میں کہوں گا کہ کراچی کی آبادی جو چھ فیصد کے حساب سے بڑھ رہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ یا تو یہ صحیح بات ہے کہ چھ فیصد آبادی بڑھ رہی ہے کراچی کی جب کہ سارے ملک کی آبادی تین فیصد بڑھ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری ایک معیشت ہے۔ ہمارے سارے ملک میں بدحالی ہے۔ کیا بیروز گاری چترال میں نہیں ہے؟ کیابیروز گاری ڈی جی خان میں نہیں ہے؟ کیا بیروز گاری بدین میں نہیں ہے؟ کیا بیروزگاری خضدار یا تربت میں نہیں ہے؟ میں کہہ رہا ہوں کہ سارے ملک میں ہے' لاہور میں نہیں ہے سارے ملک میں ہے' کیا پنڈدادنخان میں نہیں ہے یا گوجرانوالہ میں نہیں ہے؟ ہر جگہ ہے۔ تو اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ ہماری معیشت تباہ ہو چکی ہے اور اس معیشت کو ہمیں دوبارہ بنانا ہے۔ اسی وجہ سے push ہو رہا ہے' push towards the cities چونکہ ہمارے ہاں غربت ہے۔ اب ہمیں ضرورت ہے کہ ایک نیا منصوبہ بنے جس میں ہم سارے ملک میں صنعتوں کا جال بچھائیں' جس میں ہم اپنی صنعتی پیداوار کو بڑھائیں' rural industrialisation کریں کیونکہ یہ influx سندھ اور کراچی ہمیشہ کے لئے یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتا اور یہ ہمارے مسائل کا حل بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ

Yes, there should be peace and harmony, we stand for that, and let us look for the scientific solution to theproblem. Thank you, Sir.

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ شکریہ جناب کمال اظفر صاحب' جی جناب حافظ حسین احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

حافظ حسین احمد ۔ جناب چیئرمین یہ لاثانیت کیا ہوتی ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ نہیں جی یہ لفظ ہے لسانیت۔

حافظ حسین احمد ۔ جناب میں نہیں سمجھ سکا۔

(مداخلت)

ایک معزز رکن ۔ مولانا صاحب انہوں نے جان بوجھ کر لاثانت کہا تھا۔ انہوں نے لسانیت نہیں کہا' انہوں نے جان بوجھ کر یہ بات کی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ ادائیگی تلفظ میں فرق ہو سکتا ہے ' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مقصد تو بات کرنے کا ہے--- جناب مندوخیل صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل ۔ کیا جناب والا کسی زبان کا کوئی لفظ غلط پڑھنا کوئی جرم ہے' غلط بولنا کوئی جرم ہے' جو بھی ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کوئی آدمی لاثانی کہے اور وہ اس کی زبان نہ ہو' یہ وہ بات ہے کہ ------ بعد میں ہم اس پر بات کریں گے جیسے منظور گچکی صاحب نے کہا کہ اردو ایسی زبان ہے جس میں اگر کسی نے غلطی کی تو وہ کافر بھی ہے' اور پاکستان کا مخالف بھی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ جناب پروفیسر ساجد میر صاحب۔

جناب ساجد میر ۔ جناب چیئرمین! میں کمال اظہر صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پر یا کسی اور چیز سے disturb نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں آئندہ مقررین سے کہ وہ ماضی کی تاریخ بیان کرنے کی بجائے کہ ماضی میں کس نے آگ لگائی' یہ بتائیں کہ اس آگ کو بجھانے کے لئے وہ کیا کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ نہیں یہ تقریر ہے' تقریر میں وہ کہہ سکتے ہیں' تشریف رکھیے۔ اب میں فلور دوں گا جناب میر نبی بخش صاحب کو۔

جناب میر نبی بخش ۔

تاریخ کی گھڑیوں نے وہ دور بھی دیکھے
لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی

جناب چیئرمین! کراچی پاکستان کی معیشت میں دست و بازو رہا ہے اور ہے' یہ ہمارا چہرہ مہرہ ہے' جہاں تقریبا ۹۰ لاکھ افراد بستے ہیں اور یہ آبادی کئی ملکوں سے زیادہ ہے۔ اگر آج ہم کراچی کے حالات پر نظر دوڑائیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ جناب چیئرمین! ان بگڑے ہوئے حالات کا کوئی بھی ذمہ دار ہو لیکن یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ کراچی ایک منی پاکستان ہے جس کو نہ تو

نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ۹۰ لاکھ آبادی کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ آپ کب تک فوج کی نگرانی میں سڑکوں اور چوراہوں کو تھوڑی دیر کے لئے کھلوائیں گے؛ جناب چیئرمین! آرمی کو اپنا کام کرنے دیجئے' اور حالات کو سلجھانے کے لئے کوئی سیاسی حل تلاش کیجئے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ضلعی انتظامیہ' سندھ کی حکومت اور وفاقی حکومت کو ہوش مندی سے کام لینا ہو گا۔

جناب چیئرمین! آپ کا وفاق کا یہ ادارہ جو وفاق کی علامت ہے اس کی ترکیب بھی مجھے خطرے میں نظر آتی ہے۔ سیاسی معاملات کا حل سیاسی ہونا چاہیئے' میری پارٹی جمہوری قدروں پر یقین رکھتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ سیاسی معاملات کو سیاسی اور جمہوری انداز میں حل ہونا چاہیئے۔ اس کے قیام کے لئے کوئی کوشش اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم افہام و تفہیم کے جذبے کے ساتھ تمام فریقین کو اعتماد میں نہ لیں ۔ اس ضمن میں عوام کے نمائندگان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ نہ صرف ملک و قوم پر زیادتی ہوگی بلکہ نئی مشکلات کے لئے نئے دروازے کھلیں گے ۔ آپ امن کانفرنس ضرور بلائیں۔ اس کو کامیاب کرنے کیلئے آپ کو کچھ ضروری اقدامات کرنے ہونگے ۔ بہر کیف میں اس معزز ایوا ن کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ۔ آخر میں صرف یہی عرض کروں گا کہ دنیا میں اور خاص طور پر ہمارے پڑوس میں ہمارے کئی دشمن ہیں ۔ خدا کے لئے اپنی صفوں کو سیدھا کیجئے اور داخلی امن و سکون پر توجہ دیجئے ۔ جناب عالی! اخباری اطلاعات کے مطابق ۵۰ ارب روپے کا نقصان ہو چکا ہے اور اگر معیشت کا یہی حال رہا تو کیا بنے گا ۔بہت شکریہ ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ شکریہ ڈومکی صاحب ۔ اب میں فلور دوں گا ڈاکٹر عبدالحئی صاحب کو کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب چیئرمین صاحب میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے چند گزارشات کر نے کا موقع دیا ۔ میں بحیثیت سیاسی کارکن کے اس صورتحا ل کو جو اس وقت ملک کو درپیش ہے' ملک کی مجموعی صورتحال سے الگ تھلگ نہیں دیکھتا ۔ سندھ کے حالات ملک کی مجموعی سیاسی ' معاشی صورتحال ہے' اس سے الگ تھلگ نہیں ۔ اور اگر حقیقت میں دیکھا جائے اور صورتحال کا صحیح تجزیہ کیا جائے تو میں یہ کہے بغیر نہیں رہوں گا کہ اس کا ایک پس منظر ہے ۔ اور ان تمام مسائل پر قابو پانے کے لئے جو بظاہر سندھ میں نظر آ رہے ہیں' وہ حقیقت میں بلوچستان میں بھی موجود ہیں ' وہ صوبہ سرحد میں بھی موجود ہیں ' وہ مسائل عوامی مشکلا ت کے

حوالے سے پنجاب میں بھی موجود ہیں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ سارے ملک کو یہ مسائل درپیش ہیں ۔ ماضی کی طرف اگر ہم تھوڑا سا جائیں تو کچھ تلخ حقائق ہیں ہمارے ملک کے نظام کے حوالے سے ۔ وہ اس طرح سے میں بیان کروں گا کہ اس مختصر سی ہماری تاریخ میں ۴۷ سال کے عرصے میں ۴ ' ۵ دساتیر اس ملک کو ملے ہیں ۔ ۱۹۵۴میں' ۱۹۵۶ میں' ۱۹۶۲ میں' ۱۹۷۳ میں اور ۱۹۸۵ میں یہ سارے ہمارے سامنے ہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ زیادہ وقت ہمارے ملک کا غیر جمہوری نظام میں گزرا۔ جمہوریت ' شہری آزادی اور صحیح معنوں میں وفاقی نظام نہ پہلے اس ملک میں رہا اور نہ آج اس ملک میں صحیح معنوں میں موجود ہے ۔ یہاں شروع سے حقیقتوں سے انکار کیا جاتا رہا۔ مثلاً سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ ملک ایک کثیرالقومی ریاست ہے' کثیرالقومی ملک ہے۔ یہاں مختلف قومیتیں آباد ہیں' ان کی اپنی زبان' ثقافت' تاریخ' ادب اور ہزارہا صدیوں پرانی تاریخ ہے۔ مگر یہاں یہی کہا جاتا رہا کہ اسلام کے نام سے بنا ہے' مسلمانوں کا ملک ہے' بس مسلمان ہیں سب لوگ۔ بابا کیسے سب مسلمان ہیں؛ مسلمان اپنی جگہ ہیں ' اسلام سے محبت اپنی جگہ' مذہب سے محبت اپنی جگہ مگر کچھ تاریخی حقائق ہیں' کچھ مسئلے مسائل ہیں' اس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہاں ہمیشہ عوام کی امنگوں کو ریاستی جبر اور طاقت کے ذریعے کچلا گیا۔ وہ عوامی امنگیں اس وقت جو آج بنگلہ دیش ہے وہاں سے اٹھیں' انہیں کچل دیا گیا۔ ان کو دبانے کی کوشش کی گئی اور اس کے بعد کسی بات کو سمجھنے یا اس کو ماننے کی کوشش نہیں کی گئی۔ شروع میں ریاستی طاقت کا زبردست استعمال ہوا۔ مثلاً ہمارے ۱۹۵۱ء میں اردو' بنگالی riot language ۔ بنگالی لوگوں نے شور مچایا جو اس وقت مشرقی پاکستان تھا' انہوں نے کہا بھئی ہماری ایک قومی زبان ہے بنگالی' اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے' آپ ہمارے اوپر اردو کیسے مسلط کر رہے ہیں۔ آخر انہوں نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر' عوامی قوت کے بل بوتے پر اردو سے چھٹکارا حاصل کیا ۔ اس کے ساتھ ساتھ جو ہم کمزور لوگ تھے بلوچ' سندھی' پشتونوں کو ڈنڈا دیا کہ نہیں صاحب ۔ اس کے (بنگالی) قومی تشخص کو مانا اور ہمارے قومی تشخص سے انکار' قومی زبانوں سے انکار' پھر اس سے بڑھ کر ۱۹۵۵ء میں ون یونٹ مسلط کیا کہ ون یونٹ ہے۔ بھئی کیسے ون یونٹ ہے؛ بس ون یونٹ ہے۔ تو یہاں اگر معیشت کی بات کریں تو آپ حیران ہوں گے کہ بھئی روس کا مقابلہ کرنے کے لیے یا اس وقت کا جو سوشلسٹ بلاک تھا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے عجیب و غریب کام کئے اور امریکی سامراج کے کھاتے میں شمار ہو گئے۔ بغداد پکٹ میں گئے ' سیٹو میں گئے' سینٹو میں گئے ۔ یہاں تک کہ مسلمان ہونے کے دعوے کے باوجود جب ۱۹۵۶ء میں نہر سویز کا مسئلہ مصر میں پیش ہوا تو ہم نے مغربی قوتوں کا ساتھ دیا' ان جابروں کا ساتھ دیا'

غدار!! ادھر ان کا خیال کریں۔ مصر کے لوگ اپنی حاکمیت، نہرسویز پر ملکیت کی بات کر رہے ہیں مگر ہم نے جابروں کا ساتھ دیا۔ اور اپنے ملک کے اندر جب بھی قومی سوال اٹھا جس کے بھی زمانے میں، جس کا بھی دور اقتدار رہا، اس سوال کو ہمیشہ غداری سے ناپا گیا۔یہی فتوٰی دے دیا کہ بس آپ قوم اور وطن کے غدار ہیں۔ یہ منطق صرف ہمارے ملک میں رہی کہ جو بھی ارباب اقتدار سے اختلاف کرے وہ ملک دشمن ہے۔ بھئی حکومت سے اختلاف ایک اور بات ہے، وطن سے مخالفت الگ بات ہے۔ حکومت سے مخالفت لوگ کرتے ہیں، کرتے رہیں گے۔ نظریات کی بنیاد پر، سیاست کی بنیاد پر، اصولوں کی بنیاد پر۔ مگر نہیں ملک کو اور حکومت کو ایک چیز سمجھا گیا۔ حاکم وقت کی مخالفت کو ملک کی مخالفت سمجھا گیا۔ اسی حوالے سے بلوچستان میں جو چار پانچ دفعہ ریاستی قوتوں کا بھرپور استعمال کیا گیا یا فوج کشی کی گئی ۱۹۵۸ء میں، ۱۹۶۲ء میں، ۱۹۶۷ میں اور ۱۹۷۳ء میں اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ کسی قسم کا بھی جواز نہیں۔ بس صرف یہ تھا کہ عوام کی امنگوں کو کچلنے کی بات تھی یا سندھ میں ۱۹۸۳ء میں ایم آر ڈی کی تحریک کے حوالے سے جو کچھ کیا گیا میں نہیں سمجھتا اس کا کوئی جواز تھا۔ عوام کی امنگوں کو کچلنے کے لیے سب کچھ کیا گیا۔ تو یہ ہے سیاسی صورتحال اور معیشت کا عالم، یہ کہ شروع سے لے کر آج تک ہم نے کبھی اپنی معاشی آزادی کی کوشش نہیں کی۔ اپنی معیشت کو مغربی سرمایہ دار ممالک کے یا آئی ایم ایف، ورلڈ بینک کے چنگل سے نکالنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ ہمیشہ قرضوں کے بوجھ تلے پڑے رہے۔قرضے لو،قرضے لو، قرضے لو اور چند لوگوں کو جو دس پندرہ فیصد یا بیس فیصد گماشتہ سرمایہ دار ہیں یا جاگیر دار ہیں ان کو کروڑ پتی اور عرب پتی بناؤ اور عوام جو ہیں نوے فیصد جو عوام ہیں وہ دو وقت کی روٹی کیلئے تنگ ہیں ۔ان کو پہننے کیلئے کپڑا بھی نصیب نہیں ہے اور علاج معالجہ کیلئے دوائی کے نام پر APC جیسی گولی بھی نصیب نہیں ہے ۔ اور روزگار کی ضمانت جو کسی ملک میں ہونی چاہیے اس کا نام و نشان نہیں ۔اور اس ملک میں امیر، امیر ترین اور غریب، غریب ترین ہوتا رہا ۔ ان تمام باتوں کو میں اسلئے توجہ دے رہا ہوں کہ ہمیں حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور ہمیں ملک کی سیاسی اور ملک کی جمہوری قوتوں کو، سیاسی طاقتوں کو کچھ حقائق تسلیم کرنے ہونگے میں حیران ہوتا ہوں اس ملک میں جہاں لاکھوں کی تعداد میں غیر ملکی لوگ باہر سے آتے ہیں، کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ عجیب نظام ہے ہمارے ملک کے اندر برمی انڈین اور بنگالی وغیرہ اور پتہ نہیں کہاں کہاں کے لوگ ہیں۔ اب بھی کم از کم کراچی جیسے شہر میں میری معلومات کے مطابق پندرہ لاکھ سے پچیس لاکھ تک ہیں جو اس ملک کے شہری نہیں ہیں، ان کا اس ملک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں کہاں سے آئے ہیں۔ ہم نے اس

ملک کے اندر صرف سندھ کے عوام کو، ان کی معیشت کو، ان کے قومی تشخص کو، میں خلوص سے یہ کہتا ہوں، برباد کرنے کیلئے بہاریوں کو لاؤ بہاریوں کو لاؤ کا مطالبہ کیا، بھائی کس طرح سے ؟ سندھ کے عوام نے جس فراخ دلی کا مظاہرہ کیا، جس طرح سے پاکستان بننے کے وقت انہوں نے ساتھ دیا کیا اس کا صلہ ان کو یہ ملے کہ ان کا قومی تشخص بھی برباد ہو جائے اسکی معیشت بھی برباد ہو جائے اور اس کی زبان، ثقافت اور اسکی جو اکثریت ہے وہ بھی برباد ہو جائے یہ کہاں کا انصاف ہے ؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی جناب مولانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی۔ یہ جو ڈاکٹر صاحب فرما رہے ہیں یہ واقعاتی حیثیت سے صحیح ہے۔ یہ بہاری جو ہیں، جب بنگلہ دیش بنا تو وہ پاکستان کے ساتھ شامل رہے۔ آج وہاں وہ مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو پاکستانی کہتے ہیں۔ یہاں مسلط ہونے کی بات نہیں ہے۔ وہ پاکستان کو اپنا ملک سمجھتے ہوئے پاکستان میں آنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کئی سال تکالیف و مصائب برداشت کئے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب چیئرمین صاحب، تو اس طرح سے ہم نے اپنے ملک کے اندر سب کے لئے دروازے کھول دیئے۔ کہیں سے بھی کوئی آ کر آباد ہو جائے، ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ اس کو پاسپورٹ، شناختی کارڈ سب کچھ مل جاتا ہے اور اسی حوالے سے میں یہ عرض کرونگا کہ افغانستان کے اندر جو ہم نے مداخلت کی، قومی خودمختاری کے حوالے سے، ان کی آزادی کے حوالے سے، وہ بھی تاریخ کے حوالے سے، سیاست کے حوالے سے، ہر لحاظ سے غلط ہے، زیادتی ہے ایک ہمسایہ ملک کے ساتھ۔ اس کے بعد اب جو ان کا مسئلہ ہے افغانستان کے مسئلہ کو ایک آزاد خودمختار ملک کے حوالے سے ہمیں سمجھنا چاہیے اور اچھے ہمسائے کے حوالے سے انکے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو لاکھوں افغان مہاجرین ہیں وہ ہمارے ملک میں ہمارے شہریوں کی طرح ہیں۔ ان کو وہ تمام سہولتیں بلکہ پاکستان کے شہریوں سے بھی زیادہ سہولتیں حاصل ہیں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ جس ملک میں لاکھوں افغان مہاجرین، برمیز، بنگالی، انڈین وغیرہ ہونگے اور ان کو مکمل طور پہ شہری حقوق پاسپورٹ اور شناختی کارڈ سب کچھ ملے گا، ووٹر لسٹ میں درج ہو گا تو آپ مجھے بتائیں کہ ہم کس طرح اپنے ملک کے اندر امن و امان یا معاشی آزادی یا شہری آزادی یا سیاسی آزادی قائم کریں گے ؟ میں اس حوالے سے اس کا ذکر کر رہا ہوں۔ جناب والا! یہ تمام تر حقائق کہ ہمارے ملک کے اندر غیرجمہوری قوتوں نے جو رول ادا

کیا' غلط دروازوں سے حکومت میں آئیں ۔ انہوں نے اس ملک کے اندر عوام کو تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ Undemocratic قوتوں نے کبھی عوام کو جمہوری قوت کے حوالے سے اکٹھے ہونے نہیں دیا اور اسی حوالے سے ان غیر جمہوری قوتوں نے اس ملک کے اندر اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی خاطر سازشیں کیں مسائل کھڑے کئے۔ مثلاً گزشتہ دور جو تھا ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۹ء تک' اس دور میں سندھ میں پنجابی' پختون مہاجر محاذ کھولا گیا۔ ۱۹۷۷ء کی غیر جمہوری حکومت جو ۱۹۸۸ء تک رہی انہوں نے یہاں دو چیزیں عوام کو دیں ۔ ۱۹۸۴ء میں'میں معذرت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایم کیو ایم ایک سیاسی قوت ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ سیاسی قوتوں نے اس کے بنانے میں کافی کردار ادا کیا اور پنجاب کے اندر ان غیر جمہوری قوتوں نے مذہبی منافرت کو ۔ فرقہ واریت کو ہوا دی ۔ شیعہ سنی کے حوالے سے میں یہ مثالیں اس لیے دے رہا ہوں کہ ملک کے اندر عوام کی جمہوری طاقت توڑنے کے لیے عوام کی اصل طاقت کو قریب لانے سے روکنے کے لیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ میری گزارش سنیں۔ آپ کافی وقت لے چکے ہیں ۔ آپ کو آخری دو منٹ دیتا ہوں ۔ مہربانی فرما کر اختصار سے کام لیجئے ۔ بیس منٹ ہو چکے ہیں ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ تو میں نے یہ جو مختصراً عرض کیا کہ ملک کے ان تمام مسئلوں کا حل دو طرح سے ممکن ہے۔ آج جو صورت حال ہمیں درپیش ہے وہ ماضی سے ورثے میں ملی' وہ ماضی کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ملی ۔ صحیح معنوں میں ایک ایسا آئین جو سارے ملک کی قومیتوں کے لئے اور ۹۰ فیصد عوام کے لئے قابل قبول ہو' وہ ہمیں اب تک نہیں ملا ہے اور اسی طریقے سے معیشت' جو ایک آزاد معیشت ہونی چاہیئے وہ ہمیں نصیب نہیں ہے ۔ شہری آزادی ہمیں نصیب نہیں ہے ۔ جمہوری آزادی صحیح معنوں میں ہمیں نصیب نہیں ہے تو ان تمام حوالوں سے میں یہ گزارشات اس معزز ایوان کے سامنے رکھوں گا کہ ایک مختصر میعاد کی منصوبہ بندی اور ایک طویل میعاد منصوبہ بندی کی ضرورت ہے ۔

مختصر میعاد منصوبہ بندی کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ ان تمام مسئلوں کو سیاست کے حوالے سے دیکھا جائے۔ سیاسی مسئلوں کو سیاسی طریقوں سے حل کیا جائے حزب اقتدار اور حزب اختلاف بلکہ ملک کی تمام جمہوری قوتوں کو اس میں حصہ لینا چاہیئے اور ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ Long term میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے ملک کے اندر معیشت جو ہے' سیاسی جمہوریت بھی ہونی چاہیئے ' معاشی جمہوریت بھی ہونی چاہیئے اور آئینی جمہوریت بھی ہونی چاہیئے ۔ یہ ایک

صحیح معنوں میں وفاقی نظام ہونا چاہیئے اور قومی جمہوری نظام ہونا چاہیئےاور یہاں تمام وفاقی وحدتوں کو ملک کے نظام میں، اختیارات میں شامل کیا جائے۔ ان کو فوج سے لے کر وفاقی سیکرٹریٹ تک، Foreign services میں، تمام ملازمتوں میں شریک بنایا جائے۔ اقتدار اعلیٰ میں شریک بنایا جائے تاکہ یہ جو برسوں کا احساس محرومیت ہے سندھیوں میں، پختونوں میں، بلوچوں میں اس کا ازالہ ہو۔ اس کے علاوہ آخر میں، میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے ملک کی معیشت اور معاشی جمہوریت اس طرح ہونی چاہیئے کہ IMF اور World bank کے تسلط سےنکلیں اور اپنی مصنوعات کو استعمال کریں۔ یہ جو cosmeticsاور بڑی بڑی گاڑیاں اور luxurious itemsاور یہ جو چیزیں، ہم برآمد کرتے ہیں، جو شہد اور پنیر کھاتے ہیں، ان غیر ملکی اشیاء سے چھٹکارا حاصل کریں۔ اپنے ملک کی مصنوعات کو استعمال کریں اور اپنے ملک کے اندر جو دولت ہے، وسائل ہیں ان کو زیرِ استعمال لائیں۔ گیس ہماری بہت بڑی ہماری دولت ہے اس کو ہم جلاتے ہیں۔ حالانکہ اس سے بہترین چیزیں ہم حاصل کر سکتے ہیں اور اس طرح سے میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ معاشی لحاظ سے تمام قومی وحدتوں کو معاشی نظام میں، جمہوری نظام میں شریک کیا جائے اور اس ملک کے اندر باہر سے، لاقانونیت کے حوالے سے جو لاکھوں کی تعداد میں افغان مہاجرین ہیں، دوسرے غیر ملکی لوگ ہیں ان کو ان کے وطن واپس بھیجا جائے۔ ملک کے عوام، جمہوری عمل اور جمہوری جدوجہد یا جمہوری کوششیں جو ہیں، اس میں سارے ملک کی تمام جمہوری قوتوں سے میں اپیل کرتا ہوں کہ سارے مل جل کر ملک کے سیاسی، معاشی، امن و امان کو ٹھیک کرنے کے لئے تعاون کریں او مل جل کر اس ملک کے نظام کو چلانے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ بہت بہت شکریہ۔ جناب عبدالرحیم مندوخیل صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل ۔ میں ڈاکٹر صاحب کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ افغان اپنی پشتونخواہ سرزمین پر ہیں ۔ جنہوں نے بھی افغانستان میں مداخلت کی ہم ان کی مذمت کرتے ہیں لیکن افغان جو وہاں سے آئے ہیں وہ مہاجر کی حیثیت سے اپنے بھائی کے گھر پر پڑے ہوئے ہیں کسی کی زمین پر پڑے ہوئے نہیں ہیں۔ پشتونخواہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔

(مداخلت)

Maj. Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Sir, I would like to say something on this. The point is that we are two different states. They

have their own country and we have our own country. They are here as our guest. We are still entertaining them as such but since the emergency is over they will have to go back. There is no question of their remaining here on our soil

.

(interruption)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ پروفیسر خورشید صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب اگر آپ آج اس ایوان کو adjourn کر رہے ہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن میں اس کے حق میں ہوں کہ اگر آپ adjourn کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔ اتفاق رائے سے کرلیں لیکن دو باتیں بہت ضروری ہیں ۔ پہلی بات یہ ہے کہ کل ایک بڑی اہم Finance Committee کی meeting آپ ہی کے دئیے ہوئے مسئلے کے بارے میں چار بجے رکھی گئی ہے تو ٹائم مقرر کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جائے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو ایک جملہ اس بارے میں بھی کہ وزیر داخلہ یہاں موجود ہیں اور مالاکنڈ ایجنسی کا جو مسئلہ ہے وہ بڑا گھمبیر ہے اور کئی دن سے وہاں بہت بڑا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ چار دن سے راستے بند ہیں تو حکومت کو اس بارے میں فوری طور پر take up کرنا چاہیئے۔

میجر جنرل (ریٹائیرڈ) نصیر اللہ خان بابر۔ یہ جو problems ہیں ان کے لئے ہم موزوں کمیٹی بنا رہے ہیں تا کہ ان کے ساتھ بات چیت ہو سکے۔ کچھ لوگ وہاں گئے بھی ہیں ان سے بات چیت کرنے کے لئے تا کہ ایک ایسا حل ہو جو سب کے لئے قابل قبول ہو تا کہ بعد میں کوئی differencesاس پر نہ ہوں

Mr. Deputy Chairman: Bilour Sahib on Point of Order.

جناب الیاس احمد بلور۔ ایک ایسی چیز ہے جو سب کے لئے بہتر ہو گی۔ میں یہ request کرنا چاہتا ہوں کہ سینٹ کا سیشن جو every morning ہوتا ہے instead of every morning ایک morning اور ایک evening سیشن ہو تو زیادہ بہتر ہو گا' یہ میری رائے ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ بدھ کو آپ لوگ چھٹی کرتے ہیں۔ اس دفعہ بھی بدھ کی چھٹی لکھی ہے ۔اگر بدھ کی چھٹی ہے تو بدھ کو سیشن ہونا چاہئیے۔ صرف Thursday کو off کریں کہ Thursday, Friday off مل جائے۔ میری یہ ایک تجویز ہے اگر آپ----

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ یہ آپ کا ہاؤس ہے جی۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ہوتا یوں ہے جی کہ جب دو دن سے زیادہ breakہو گی تو پھر وہ discontinueہو جاتا ہے۔ لہذا تین دن کی breakیا چار دن کی break کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس میں دو دن کی breakآتی ہے ۔ یہ رول کے مطابق ہے اور اگر آپ نے ٹائم مقرر کرنے کے بارے میں کوئی بات کرنی ہے، اوقات کی بات کرنی ہے ، صبح و شام کی بات کرنی ہے تو جس طرح ہاؤس فیصلہ کرے گا، ہمیں قبول ہو گا۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: Please no cross talk . No cross talk. Address me.

(interruption)

Mr. Deputy Chairman: Mandokhel Sahib on Point of Order.

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل۔ یہ جو اجلاس ہو رہا ہے اور جو ابھی موشن 194 کے تحت بحث جاری ہے ۔ یہی کل continue کیا جائے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ وہ تو آ جائے گا کل کے نظام کار میں۔مندوخیل صاحب روایت ہماری یہی رہی ہے اور اس کو ہم قائم رکھیں گے ۔ اور جس طرح Order Of The Day بنے گا، Question Hourتو آپ کے لئے ضروری ہے وہ بھی آپ نے بحث وغیرہ کرنی ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد اس کو بھی ہم لیں گے۔

and the House is adjourned to meet again tomorrow at 5:30 p.m. after Asar Prayers. Thank you very much.

[The House then adjourned to meet again at thirty minutes after five of the clock on Monday, 16, 1994.]

PCPPI—350 (96) Senate—14-3-96—180.